نبیلہ ابر راجہ

محبت موسم نہیں ہے

صحن میں کیاری میں ننھے ننھے پودے بالآخر جھانکنے ہی لگے تھے' انھیں دیکھ کر ماورا نے اتنے زور سے نعرۂ مستانہ بلند کیا کہ اندر سے ساریہ اور سامعہ دونوں باہر آ گئیں۔

''کیا ہوا ہے؟'' سامعہ کچھ زیادہ ہی حواس باختہ ہو رہی تھی۔

''یہ دیکھیں میں نے جو پودے لگائے تھے وہ نکل آئے ہیں۔'' وہ چیختے ہوئے بولی۔

''یہ تو کمال ہو گیا ہے ورنہ تم جو پودے پہلے لگاتی تھی ان میں صرف گھاس ہی اگتی دیکھی ہے۔'' ساریہ کہہ کر کھٹ کھٹ کرتی اندر چلی گئی۔ مارے خفت کے ماورا کا گلابی چہرہ لال ہو گیا۔

اتنی محنت سے اس نے تین دن لگا کر یہ کیاریاں بنائی تھیں اسے تو کیاری میں بیج ڈالنے کے بعد نیند نہیں آئی تھی اسے شدت سے پودوں کے نکلنے کا انتظار تھا۔ ساریہ کے طنز پر وہ کھسانی سی ہنسی ہنس کر رہ گئی۔ گھر کی عقبی سائیڈ پر اچھی خاصی زمین فالتو پڑی تھی لاپروائی کے باعث یہاں بارہ میں سے آٹھ مہینوں میں لمبی لمبی گھاس اور جھاڑ جھنکار دکھائی دیتے تھے۔ ماورا نے گذشتہ ماہ اس حصے کو دیکھ کر پودے لگانے کا ایک عظیم الشان منصوبہ بنایا تھا اس طرح کے منصوبے وہ پہلے بھی بناتی رہتی تھی مگر حال وہی ہوتا تھا جو بجٹ آنے کے بعد متوسط طبقے کا ہوتا تھا۔

مکمل ناول

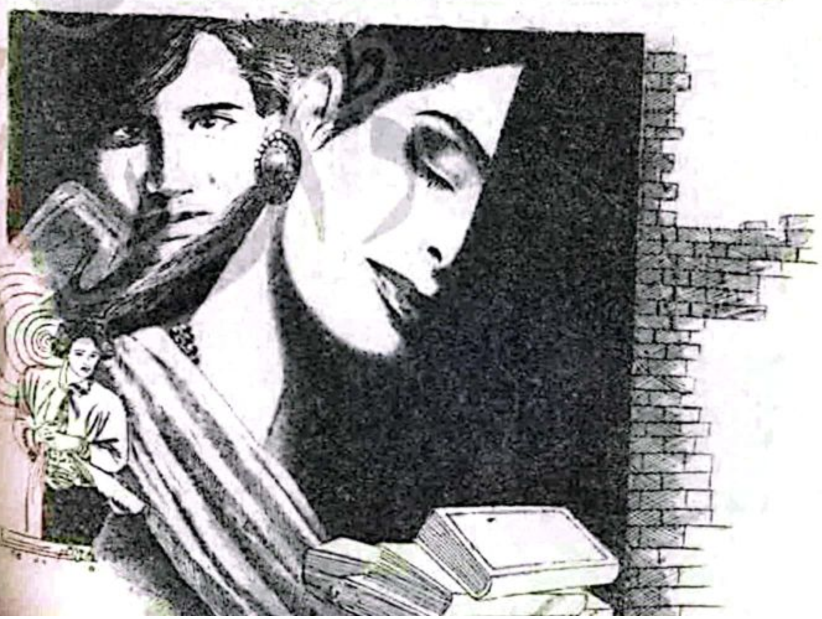

پچھلے سال اس نے لان میں اپنے پسندیدہ پھولوں کے پودے لگائے تھے مگر وہاں گلاب موتیا کی جگہ گھاس اگ آئی تھی۔ اس بار اس نے دوبارہ نئے ذوق و شوق سے سبزیوں کے بیج ڈالے تھے اور بیس بائیس دن کے انتظار کے بعد آج کیاری میں سے ہریالی جھانکنے لگی تھی جسے دیکھتے ہی وہ خوشی سے چیخ پڑی تھی۔ ذیشان بھی اس کا شور سن کر باہر نکل آیا۔ صورت حال جان کر اس کی شکل بینگن جیسی ہوگئی۔

''اماں کم تھیں جو اب ماورا صاحبہ بھی میدان عمل میں آ گئی ہیں سبزیاں کھا کھا کر میری تو صحت کا ستیاناس ہوگیا ہے۔ ہفتے کو ٹنڈے گوشت' اتوار کو لوکی' سوموار کو کریلے' منگل بھنڈی قیمہ' بدھ کدو کا بھرتہ اور جمعرات جمعہ کوست رنگی سبزیاں پکائی جاتی ہیں مجھے تو خواب میں بھی لوکی و کدو بھنڈی اور ٹنڈے نظر آنے لگے ہیں آج صبح بھی میں نے وہی بے ہودہ سا خواب دیکھا ہے جس میں اماں جان اروی کی کھیر اور کدو کا بھرتہ بڑے پیار سے مجھے کھلا رہی تھیں۔'' وہ کراہنے کے انداز میں بولا تو سبزیوں کی حمایتی ماورا سے یہ برداشت نہ ہوسکا۔

''تم جو روز آلو کے فرنچ فرائز اور رول بنوا بنوا کر کھاتے ہو وہ بھی اماں نے بڑی محنت سے لگائے ہیں جو تم بغیر ڈکار کے ہضم کر جاتے ہو۔ اگر بازار سے خرید کر لانا پڑے نا سب کچھ تو عقل ٹھکانے آ جائے تمہاری' یاد ہے گذشتہ سال پیاز کا کیسا بحران رہا کچھ عرصے چند ہفتے چالیس روپے کلو تک قیمت چلی گئی تھی یہ گھر کی تازہ سبزیاں بازار کی باسی سبزی سے بہتر ہیں۔'' وہ تقریر کے انداز میں ہاتھ لہرا لہرا کر بول رہی تھی۔ ذیشان نے کھسک جانے میں ہی عافیت سمجھی۔

بڑی ممانی نے اپنے سپوت کی یہ بزدلی دیکھ کر زور سے پاؤں پٹخے۔ ماورا سے وہ حد درجہ نالاں اور بیزار تھیں۔ کام وام تو کچھ کرتی نہ تھیں

جان کی حمایت حاصل تھی۔ اماں جان یعنی ان کی ساس۔ اس عمر میں ابھی گھر کی کرتا دھرتا تھیں اس لیے وہ زبان بندی پر مجبور تھیں۔ ایک ان پر ہی کیا موقوف کچھ افراد کو چھوڑ کر سارے گھر کا ہی حال تھا بہر حال ماورا طاقتور تھی کسی سپر پاور کی طرح وہ اماں جان کی حمایت کی وجہ سے اس کے ہر ہر انداز سے حکمرانہ کیفیت جھانکتی تھی جبکہ اس کی والدہ شمسہ بے چاری اندر اندر ماورا کے ان تیوروں سے خائف رہتی تھی کئی بار وہ اسے سمجھا چکی تھیں مگر ماورا ہی کیا جو سمجھ جائے۔ اس چکنے گھڑے پر کسی بات کا اثر نہ ہوتا تھا یا سرینڈر ہونا اس کی فطرت کے خلاف تھا پھر اماں جان تھیں جو اس کی ہر خطا کو ''بچی ہے'' کہہ کر درگزر کر دیتی تھیں اور اب ایسی خطاؤں کو وہ اپنا حق سمجھ کر دانستہ کرتی تھی پڑھائی سے بھی خاص دلچسپی نہ تھی۔ ایف۔اے تو جیسے تیسے کر لیا تھا تھرڈ ڈویژن میں مگر اب تھرڈ ایئر میں کامیاب ہونا اسے محال لگنے لگا تھا حالانکہ گھر میں ایک اعلیٰ قابل استاد اسے ٹیوشن دینے آتا تھا کئی بار فیصل نے چاہا کہ ماورا کو پڑھانے کے بجائے موت کے کنویں میں سائیکل چلانے لگے مگر ماورا کے بڑے ماموں اس کی اس کوشش کو ناکام بنا دیتے تھے۔ آخر کو وہ ان کے عزیز ترین دوست کا بیٹا تھا۔ پھر شریف النفس اور باکردار نوجوان تھا۔ ایسا استاد ماورا کو کہاں ملنا تھا جو اسکی نالائقی اور کوڑھ مغزی پہ اسے کرارا سا ہاتھ دل چاہنے کے باوجود بھی رسید نہ کرسکتا۔ ماورا کو پڑھا پڑھا کر اس کا اپنا دماغ جیسے خالی ہونے لگا تھا۔ اس بار اس کا پکا ارادہ تھا ماورا پاس ہو یا فیل وہ آگے اسے نہیں پڑھائے گا۔

شمسہ کو ماورا کی نالائقی پر بہت غصہ آتا تھا جس طرح اماں جان اس پر اپنی محبت اور دولت ضائع کر رہی تھیں اسے وہ اکثر فکرمند ہو جاتی تھی خود اپنے زمانے میں دوران تعلیم وہ ہونہار طالبہ

کے میدان میں ان کی ناک کٹوانے پہ تلی ہوئی تھی۔

درحقیقت اسے اماں جان کے مشاغل سے لگاؤ سا ہو چلا تھا اس لیے گزشتہ ایک سال سے یہ شوق چڑ آیا تھا۔

بے بی آپی بمعہ اپنے اہل و عیال کے آئی ہوئی تھی۔ ماورا کی ان کے بچوں سے بہت دوستی تھی۔ اس لیے وہ بہت خوش تھی کیونکہ ان کے ساتھ کھیلنے اور رعب جمانے میں اسے بہت مزا آتا تھا۔ اب بھی ولید اس کا ماموں زاد دو بار اسے ٹیوشن پڑھانے والے سر فیصل کی آمد کی اطلاع دے چکا تھا مگر وہ ازلی ڈھٹائی سے بہری بن گئی تھی۔

''ہاں تو میں کیا سنا رہی تھی؟'' وہ ولید کو باہر نکال کر انعم اور گوشی کی طرف مڑی۔

''آپی وہی ہم یار ہیں تمہارے۔'' انعم کی یادداشت غضب کی تھی ماورا نے دھپ لگا کر اسے داد دی اور دوبارہ سر اور لے کے ساتھ شروع ہوگئی:

ہم یار ہیں تمہارے
بیچتے ہیں غبارے
ہم سے لیا کرو' ہم سے لیا کرو
اگر نہ لینے ہوں
تو اک دن پہلے کہہ دیا کرو
مگر ہم سے ہی لیا کرو

انعم اور گوشی تالیاں پیٹ رہے تھے۔ ماورا آنکھ بند کیے عظیم گلوکارہ بنی بیٹھی تھی۔ ولید تیسری بار بلانے آیا تو اس کا موڈ اور بھی خراب ہوگیا۔ وہ جارحانہ انداز میں اٹھی اور لائبریری میں آ گئی کیونکہ فیصل اسے یہیں پڑھاتا تھا۔

''سر دیکھیں میں کتنی کمزور ہوگئی ہوں باقاعدگی سے وٹامنز لیتی ہوں کیلسی پلس دو ماشے روزانہ پانی میں ڈالی کر پیتی ہوں۔'' اس نے اپنی نازک کلائی تلوار کے انداز میں فیصل کے

ابنِ انشاء کی کتابیں

طنز و مزاح سفرنامے

- اردو کی آخری کتاب
- آوارہ گرد کی ڈائری
- دنیا گول ہے
- ابن بطوطہ کے تعاقب میں
- چلتے ہو تو چین کو چلیے
- نگری نگری پھرا مسافر

شعری مجموعے

- چاند نگر
- اس بستی کے اک کوچے میں
- دلِ وحشی

طنز و مزاح

- باتیں انشاء جی کی
- دخل در معقولات
- آپ سے کیا پردہ
- بقلم خود

لاہور اکیڈمی ۲۰۵ سرکلر روڈ لاہور

سامنے لہرائی تو وہ اپنی ناگواری چھپا نہ سکا۔

''اس کا پڑھائی کے ساتھ کیا تعلق ہے؟''

''سر وہی تعلق ہے جو پودے کا مٹی کے ساتھ ہے' جو چولی کا دامن کے ساتھ ہے' سر پڑھ ۔ھ کر میری تو صحت تباہ ہوگئی ہے رات کو بارہ بجے کے بعد سوتی ہوں دیکھیں نیند کی کمی کے ۔عث آنکھوں کے گرد حلقے۔'' وہ نادیدہ حلقے ۔ے دکھانے کے لیے آگے جھک آئی تو فیصل ۔نے سر پیچھے کر لیا ورنہ ٹکراؤ یقینی تھا پتا نہیں وہ ۔قعی بے وقوف تھی یا بنتی تھی اسے جتنی دیر وہ ۔ھاتا یوں لگتا جیسے تنے ہوئے رسے پہ چل رہا ۔و۔اب گرا کہ تب گرا۔لیکن ابھی تک تو گرنے ۔ی نوبت نہیں آئی تھی۔اس وقت وہ اسے پوری سنجیدگی سے بادشاہت کی قسمیں پڑھا رہا تھا جب ۔س نے تیسری بار پوچھا ''سر یہ غیر آئینی ۔وشاہت کیا ہوتی ہے؟'' صاف لگ رہا تھا اس کا ۔ہن پڑھائی کے بجائے کہیں اور ہے سو فیصل ۔نے اسے چھٹی دینے ہی میں عافیت جانی۔

''اتنی اگر میں کسی گدھے کے ساتھ محنت ۔رتا تو وہ عالم بن جاتا۔'' ماورا کو خوشی خوشی باہر ۔کلتے دیکھ کر وہ بڑبڑایا۔

موسم بہار کی آمد ہو چکی تھی۔لان میں کھلے ۔نگ رنگ کے دلفریب پھول اور تروتازہ سبزا اس ۔ا واضح ثبوت تھا۔دھوپ بھی اب تھوڑی تھوڑی ۔بھنے لگی تھی۔ مارچ کا اختتامی عشرہ چل رہا تھا ۔لاف معمول بارشوں کی وجہ سے رات اچھی ۔اصی ٹھنڈی ہو جاتی تھی۔صبح بھی یہی عالم ہوتا ۔ں جوں دن بڑھتا موسم خوشگوار ہونے لگتا۔ ۔ورا دعا کر رہی تھی اب مزید بارشوں کا سلسلہ ۔وع نہ ہو کیونکہ بڑے ماموں سوات جانے کا ۔وگرام بنائے بیٹھے تھے آجکل انھیں آفس سے ۔ٹیاں تھیں اب اگر ناگہانی طور پر بارش شروع ۔جاتی تو ماورا سمیت سب کا مزہ غارت ہو جاتا۔

پر کیا کیا جائے کہ خبرنامے کے آخر میں موسمی رپورٹ میں بتایا گیا کل سے پھر بارش کی توقع ہے اور بارش کا یہ سلسلہ تقریباً تین چار دن تک جاری رہے گا۔

ماورا کو تفریح کا یہ پروگرام خراب ہونے کا بہت افسوس تھا اوپر سے سالانہ ایگزام کی ڈیٹ شیٹ بھی آنے والی تھی یعنی بوریت در بوریت کا سلسلہ تھا۔

وہ ہلکی سی شال کندھوں کے گرد لپیٹے لان میں ٹہل رہی تھی۔آسمان پر بادلوں کے جھنڈ کے جھنڈ جمع ہونے شروع ہو گئے تھے۔ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا بھی چل رہی تھی۔ ذیشان اندرونی دروازہ کھول کر باہر نکلا تو لان میں ٹہلتی ماورا کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں یکدم چمک آ گئی۔

''پتا ہے ان سفید رنگ کے کپڑوں میں یوں گھومتی ہوئی تم ایکدم ڈریکولی لگ رہی ہو۔'' وہ یکدم اس کے پیچھے جا کر بولا تو ماورا ڈر گئی اور اسے تیکھی نگاہوں سے گھورنے لگی۔

''تم نے پرسوں جو سی ڈی پلیئر پر ڈریکولا کی فلم دیکھی ہے اگر اس کا پتہ ماموں کو چل جائے تو کیسا ہے خاص طور پر اس کے جو ہوشربا سین ہیں۔'' وہ دانت پیستے ہوئے بولی تھی۔

''تت...... تمہیں کیسے پتا چلا؟'' وہ ہکلانے لگا۔ایک تو یہ کم بخت پوری جاسوس تھی اس نے اپنی تئیں سیکورٹی انتظامات بڑے سخت رکھے تھے پھر بھی جانے اسے کیسے خبر ہوگئی تھی ایک بار پہلے بھی اس نے اس ٹائپ کی فلم دیکھی تھی تو ماورا نے ابو کو بتا دیا ایک کی چار لگا کر۔ جواباً دو ماہ تک سزا کے طور پر اس کا جیب خرچ بند رہا تھا۔

''میرے اپنے سورسز ہیں۔'' وہ بیزاری سے بولی۔

''دیکھو پلیز ماورا ابو جان کو کچھ مت بتانا۔'' وہ التجائیہ انداز میں بولا تو ماورا دل میں بہت خوش ہوئی یعنی اس کی دھمکی کام کر گئی تھی حالانکہ اس نے صرف سی ڈی ڈسک پر ڈریکولا کی تصویر دیکھی تھی۔ بڑے ماموں اس معاملے میں بہت سخت تھے اخلاقیات و اصول کے پابند وہ اسی طرح اپنی اولاد کو بھی دیکھنا چاہتے تھے پر بظاہر ان کے سامنے مودب ان کی اولاد ان کی غیر موجودگی میں ان کے اصول و نظریات کا مذاق اڑاتی تھی اور وہ تمام شوق پورے کرتی جو عثمان اکرام کے نزدیک قابل مذمت تھے۔

''اچھا نہیں بتاتی مگر اس کے لیے تمہیں میرا ایک کام کرنا ہوگا۔'' وہ خالص تاجرانہ انداز میں بولی۔

''مجھے پانچ سو روپیہ فوراً چاہیے۔'' وہ کراہ کر رہ گیا۔

''اچھا کل لے لینا۔'' ذیشان کا منہ لٹک گیا۔وہ آیا تو کسی اور کام کے لیے تھا پر کیا پتا تھا کہ یہاں ماورا اسے بلیک میلنگ کا شکار کرنے کے لیے بیٹھی ہوگی۔اس کا ارادہ تھا کہ آج ہر حال میں ماورا کو بتا کر رہے گا کہ اسے سچ مچ ماورا سے محبت ہوگئی ہے۔ وہ نیا نیا جوان ہوا تھا اور محبت کرنا ہر نوجوان کی طرح اپنا پیدائشی حق تصور کرتا تھا۔

ماورا کے دلیرانہ انداز سے وہ اندر ہی اندر خائف سا رہتا تھا پر اس کا دل کا کیا جائے جو اس دلیر و نڈر ماورا کو پسند کرنے لگا تھا۔ وہ دونوں تقریباً ہم عمر تھے۔ ماورا کی طرح ذیشان بھی پڑھائی میں اوسط درجے کا طالب علم تھا۔آئے دنا اس کی شکایتیں گھر والوں تک پہنچتی رہتی تھیں۔

بارش تھمی تو ماورا ٹیرس پر آ گئی۔آدھا دھڑ ریلنگ سے نیچے لٹکائے وہ سامنے والے سمیر مرزا کے گھر کا تماشا دیکھ رہی تھی نیچے برآمدے میں کھڑی شمسہ اسے یوں دیکھ کر دہل سی گئی اور اسے زور دار گھورا پر وہ ان سنی کر گئی۔

سمیر مرزا نے چند دن پہلے ہی دوسری شادی کی تھی اب آئے روز ماورا کو مفت شو دیکھنے کو مل رہے تھے۔مرزا کی پہلی بیوی کو سوکن کا وجود پسند نہیں تھا۔دونوں محاذوں سے روز گولہ باری ہوتی اور یا ماورا محظوظ ہوتی اسے یہ سب بڑا دلچسپ لگتا تھا۔تبھی تو زیادہ وقت ٹیرس پر کھڑی مرزا کے گھر کو گھورتی رہتی۔ شمسہ نے کتنی بار پیار سے اور غصے سے بھی کہا کہ یوں مت ان کے گھر میں تانک جھانک کیا کرو۔ ان کے سامنے وہ سعادت مندی سے سر ہلا دیتی پر کرتی وہی جو اس کے جی میں آتا۔

مرزا کی دونوں بیویاں اندر چلی گئیں تو ماورا کی دلچسپی بھی ختم ہوگئی۔ وہ وہاں سے ہٹ کر دوسری طرف آ گئی۔سڑک کے پار دائیں ہاتھ پر طویل قطار میں بنگلے بنے ہوئے تھے۔انہی میں ایک سفید اور نیلے رنگ کے امتزاج کے ماربل سے بنا گھر اسے بڑا بھلا سا لگتا تھا۔کریم کلر کے گیٹ پر باوردی محافظ پہرا دیتا نظر آتا۔ ٹیرس سے لان اور برآمدہ واضح دکھائی دیتے تھے۔اس وقت ایک نوجوان اسی بنگلے میں موجود ماورا کی محویت کو نوٹ کر رہا تھا۔ اس حسینہ دلنواز پر اچانک ہی اس کی نظر پڑی تھی اور گویا جم کر رہ گئی تھی۔ ماورا نے بھی دیکھ لیا تھا۔تبھی وہ برا سا منہ بنا کر نیچے اتر آئی۔ چند منٹ بعد وہ سب بھول بھال گئی۔

بڑے ماموں اور ممانی سمیت اماں جان بھی بہت خوش تھیں کیونکہ لندن سے حماد اکرام کل واپس آ رہا تھا۔ہارٹ سرجن کی ڈگری سمیت۔ ماورا کو تو ان کی اصل شکل بھول ہی گئی تھی کیونکہ جب وہ یہاں سے گیا تھا تو وہ آٹھویں جماعت کی طالبہ تھی۔اسے اب تجسس سا تھا کہ حماد بھائی کی شکل کیسی ہوگی۔ایئرپورٹ سے جلوس کی شکل میں وہ گھر پہنچے اور بڑی محبت سے سب سے ملے۔ماورا کو دیکھ کر اس نے بڑی گرمجوشی کا اظہار

CamScanner

کیا۔

''ماورا تم پانچ برسوں میں کچھ زیادہ ہی بڑی نہیں ہوگئی ہو؟'' اسے بغور دیکھتے ہوئے وہ بولے تو ماورا ہنس دی۔

حماد کو یوں لگا جیسے جلترنگ بج اٹھے ہوں۔ انھوں نے گہری نگاہ سے بے خبری کے موسم میں لپٹی ماورا کا جائزہ لیا۔ پھپھو شمسہ حماد کے آگے ماورا کی عادات اور نالائقی کا رونا رو رہی تھیں جس پر وہ دھیرے دھیرے مسکرا رہا تھا۔

حماد بھائی کے آنے کی خوشی میں ماورا نے ٹیوشن سے اکٹھی تین چھٹیاں کیں تو فیصل کا پارا چڑھ گیا۔ آج بھی اس کی ذات پر جیسے وہ سو سو احسان کرتی لائبریری میں داخل ہوئی تو فیصل جلا بھنا بیٹھا ہوا تھا۔

''مس ماورا آپ کو پڑھائی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔'' اسے دیکھتے ہی غصے سے بولا۔

''جی سر میں بھی یہی کہتی ہوں کہ مجھے پڑھائی وڑھائی کی کیا ضرورت ہے یہ چھوٹے چھوٹے کام میرے بس کے نہیں ہیں ہم تو بڑے بڑے کام کریں گے سر آپ کو جھینگے پکڑنے آتے ہیں کیا؟ آپ کو پتہ ہے نرگسی کوفتے کیسے بنائے جاتے ہیں؟'' ماورا کے احمقانہ سوالات اور بے سروپا باتوں پر اس کا جی چاہا کاش وہ یہاں سے بیٹھے بیٹھے غائب ہو جائے۔ دل پر جبر کرتے ہوئے ڈانٹ ڈپٹ کر ڈیڑھ گھنٹہ اس کے ساتھ مغزماری کرتا رہا۔

''شکر ہے اس عقل سے پیدل لڑکی کے پاس سائنس کے سبجیکٹ نہیں ہیں ورنہ شاید مجھے گدو بندر کا رخ کرنا پڑتا۔'' اس نے دل میں سوچا۔ آج کل وہ سی ایس ایس کا امتحان دینے کی تیاری کر رہا تھا۔ اس اسفند ماموں اس کے آئیڈیل تھے ان کے اپئیر ہونے کے بعد اسے بھی شوق چڑھا تھا سی ایس ایس کرنے کا وہ تو ٹریننگ مکمل کرنے کے بعد آج کل راولپنڈی ہی میں پوسٹڈ تھے۔ محکمے کی طرف سے گھر اور ملازم سمیت گاڑی بھی ملی تھی۔ ویک اینڈ پر وہ ان کی طرف بھی چکر لگا لیتے تھے۔ فیصل اور اسفند ماموں کی عمر میں صرف سات سال کا فرق تھا مگر وہ ان کے لیے دیئے انداز اور رعب کی وجہ سے ان سے مرعوب سا رہتا تھا حالانکہ وہ اسے بڑی نرمی اور شائستگی سے پیش آتے تھے۔ اپنی طرف سے حتی الامکان بے تکلفی برتنے کی کوشش کرتے۔ مگر فیصل ان سے کبھی بھی بے تکلفی سے پیش نہیں آتا۔ بے حد احترام تھا ان کا اس کے دل میں۔

صدر بازار سے حماد نے ماورا کے لیے بہت زبردست شاپنگ کی تھی وہ تو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہی تھی۔ حماد اسے بہت توجہ دیتا تھا کتنی دیر اسے باتیں کرتا رہتا اور تو اور اسے کالج بھی ڈراپ کر دیتا۔ بڑی ممانی کو حماد کی یہ توجہ کھٹک سی رہی تھی لیکن ابھی تک اس کا اظہار کرنے کی انھوں نے غلطی نہیں کی تھی۔ چھوٹی ممانی اندر ہی اندر کُھل رہی تھیں کہ حماد نے ان کی سامعہ کو بالکل توجہ کے قابل نہیں جانا ہے آخر کو جوان بیٹی کی ماں تھیں ان کی سوچ فطری تھی۔

احمد اکرام کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ بیٹیوں کی شادی انھوں نے خاندان ہی میں کی جبکہ بیٹی شمسہ کی شادی خاندن سے باہر طے پائی۔ وہ بڑی خوبصورت اور ہنروالی باسلیقہ خاموش طبع لڑکی تھی۔ کوئی بھی گھرانہ اسے بڑی خوشی سے اپنے گھر کی بہو بنا سکتا تھا۔ یہ قرعہ نوید حسن کے نام نکلا۔ بڑی دھوم دھام سے دونوں کی شادی ہوئی۔ شادی شدہ زندگی کے آغاز ہی میں شمسہ پر یہ تکلیف دہ انکشاف ہوا کہ نوید کی رضامندی اس شادی میں شامل نہیں تھی وہ مارے بندھے اسے برداشت کر رہے تھے کسی ناگوار بوجھ کی طرح۔

شادی کے ڈیڑھ سال بعد وہ بچی کے باپ بن گئے۔

ادھر شمسہ کے سسر کا انتقال ہوا ادھر نوید نے سارے لحاظ بالائے طاق رکھے ہوئے اسے طلاق نامہ تھما دیا۔ اس صدمے سے احمد اکرام جانبر نہ ہو سکے وہ تو سلیقہ بانو نے ہمت و حوصلہ پکڑا اور شمسہ کے سر پر گھنی چھاؤں بن گئیں۔ انھوں نے بیٹی اور بہوؤں کو برابر کے حقوق دیئے تھے۔ انھیں اپنی نواسی سے بہت پیار تھا۔ جوں جوں وہ بڑی ہوتی گئی محبت بڑھتی چلی گئی۔

دیکھا جائے تو اس طلاق میں شمسہ کا کوئی قصور نہیں تھا مگر ملنے جلنے والے ہمدردی میں دل کو چھید ڈالتے تھے۔ ماورا جب خاندانی تقریبات میں شرکت کرتی تو طنز آمیز ہمدردی میں کئی باتیں اس کے کانوں تک بھی پہنچتی۔ ماں کی کم گوئی اور شرافت بھی گناہ ٹھہری تھی کیونکہ ملنے جلنے والے یہی کہتے شمسہ تو نری اللہ کی گائے ہے۔ نوید حسن سے لڑ جھگڑ کر اپنے اور بچی کے حقوق پورے کرواتی کیوں چپ چاپ مشق ستم بنی رہی۔

ماورا کو یہ باتیں شرمندگی میں مبتلا کرتی تھیں کسی ناکردہ جرم کا احساس دلاتیں یہیں سے اس میں انقلاب آیا اور وہ یکسر بدلی ہوئی ماورا کے روپ میں سامنے آئی۔ بچے بڑے اس کے منہ لگنے سے ڈرنے لگے نہ جانے کب وہ دو کوڑی کا کر کے رکھ دے۔ وہ ہر روز خود سے عہد کر کے سوتی کہ اسے اپنی اماں کی طرح نہیں بننا ہے ان سے بالکل مختلف انداز میں حالات کا مقابلہ کرنا تو وہ نہیں جانتی تھی کہ یہ لائف اسٹائل اپنا کر اس نے کتنی مخالفتیں مول لے لی ہیں۔

ادھر ذیشان کو بھی اچانک انکشاف ہوا کہ ماورا سے اسے طوفانی محبت ہوگئی ہے مگر اظہار محبت کرنے کی اس میں سکت ہی نہیں تھی کیونکہ اسے کچھ بعید نہ تھا نہ جانے اس کا کیا حال کرتی۔

وہ جب اسے دیکھتا وہ بے اختیار دل مسوس کر رہ جاتا۔ ماورا کو دیکھ کر بے اختیار ٹھنڈی آہ اس کے لبوں سے خارج ہو جاتی۔ اسے معلوم تھا کہ امی تو ماورا کا نام بھی سننا پسند نہیں کرتی ہیں۔ انھیں اسے بے پناہ بیر تھا وہ ذیشان کو بھی نفرت کا زہر پلانے کی کوششیں کرتی رہتیں مگر کیا کیا جائے اس زہر نے اس پہ ذرہ بھر اثر نہ کیا تھا بلکہ الٹا حساب ہوگیا تھا۔ وہ ماورا کو دن رات اپنی دلہن کے روپ کی صورت میں دیکھتا۔ ان خیالوں کو سچ مچ وہ حقیقت میں بدلنا چاہتا تھا۔

حماد آج کل ماوا کو خصوصی توجہ دے رہا تھا۔ اپنا کلینک اسٹبلیش کرنے کا کام فی الحال التوا میں ڈال دیا تھا۔ ماورا اپنی اس اہمیت پہ پھولے نہیں سما رہی تھی۔ حماد کے کہنے پر جیسے تیسے پڑھائی میں بھی دلچسپی لے رہی تھی۔ لیکن ساتھ میں دوسری سرگرمیاں بھی جاری تھیں۔ اس وقت بھی وہ دھوپ میں کھڑی لان کی سمت تنقیدی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ دونوں ہاتھ کمر پہ ٹکائے دوپٹہ لاپروائی سے گردن کے گرد رسی کی صورت میں لپیٹے ایک پاؤں کو آہستہ آہستہ زمین پر مارتے ہوئے وہ ازلی لاپروائی کا اشتہار لگ رہی تھی۔ حماد اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑا اسے بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔

ماورا نے کاٹن کے ہلکے سے کپڑے پہنے ہوئے تھے جس میں سے دھوپ گزر کر ماورا کو ماورائی سا بنا رہی تھی۔ حماد نے ماورا کو بڑی حیرت اور رال ٹپکاتی نگاہوں سے گھورا۔ فیصل کے آنے پر وہ اندر گئی تو حماد بھی کچھ سوچتے ہوئے کھڑکی سے ہٹ گیا۔

''نہیں کوئی ہم جیسا'' زیرلب گنگناتے ہوئے اسے نے لائبریری کا رخ کیا جہاں فیصل صبر کی تصویر بنا اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"ماورا دوپٹہ ٹھیک طروح سے اوڑھیں۔"
ماوا کی اس لاپروائی پر اس کا جی چاہا کم از کم ایک زوردار جھانپڑ اسے رسید کرے۔ ماورا کو دیکھتے ہی جانے کیوں اس کا دل چاہتا کہ پندو نصائح کے دریا بہا دے۔ اس نے فیصل کے لہجے کی غیر معمولی سختی پہ اسے حیرت و خفگی سے دیکھا مگر کچھ بولے بغیر دوپٹہ اچھی طرح پھیلا کر لے لیا۔

ماورا سے دو گھنٹے سر کھپانے کے بعد فیصل کا دماغ حسب معمول خالی خالی سا ہو رہا تھا۔ ان کے گھر سے نکلتے ہی اپنے ماموں کے ہاں جانے کا پروگرام بنا لیا۔ جونہی اس نے بائیک اسفند ماموں کے گھر کے گیٹ کے سامنے روکی عین اسی وقت اس کی بائیک کے پیچھے اسفند کی گاڑی رکی۔ وہ اسے اندر لے آئے فریش ہونے کے بعد خود اس کے لیے چائے بنا کر دیگر لوازمات سمیت لے آئے۔ وہ تو شرمندہ ہوتا رہا۔

"ماموں یہ سب کرنے کی کیا ضرورت ہے آپ کوئی ملازم کیوں نہیں رکھ لیتے یا پھر نانو کو ہی لے آئیں۔"

"یار ملازم تو مجھے ملازمت کے ساتھ ہی مل گیا تھا میں نے خود ہی نہیں لیا مجھ سے کسی کی مداخلت برداشت نہیں ہوتی میں جب گھر نہیں ہوتا تو صفائی والا آ کر جھاڑ پونچھ کر جاتا ہے۔ ناشتہ میں خود بناتا ہوں لنچ آفس میں کرتا ہوں رات کا کھانا کبھی گھر کبھی باہر ایسے میں مجھے یہ ملازمین کا کھٹ راگ پالنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے امی اور زوبیہ سے بے حد کہا ہے کہ وہ میرے ساتھ رہیں' مگر وہ آنے کو تیار نہیں وہ اپنے آبائی گھر میں خوش ہیں۔ میری کبھی یہاں پوسٹنگ کبھی وہاں تو وہ اپنے حال میں مست میں یہاں خوش۔" وہ چائے کے ہلکے ہلکے سپ لے رہا تھا۔ فیصل مزید کچھ نہیں بولا۔

اسفند اور اس نے رات کا کھانا ہوٹل میں کھایا۔ فیصل نے اصرار کیا کہ وہ ان کی طرف ضرور چکر لگائے۔ اسفند مسکرا دیا۔

"کل ویک اینڈ ہے میں چھٹی کے بعد آؤں گا اور رات رکوں گا۔" فیصل بہت خوش ہوا اسی خوشی کی کیفیت میں وہ گھر واپس آیا۔ ارشی اور فری نے تو سن کر مینو بھی سیٹ کر لیا کہ کل ماموں جان کے آنے کی خوشی میں کیا کیا پکے گا۔ خود صدیقہ کے چہرے پر بھائی والا مان خوشی بن کر چمکنے لگا۔ اسفند ہزار ہا منتوں کے بعد کم ہی آتا تھا جانے اس کی کیا وجہ تھی؟ دوسرے دن اسفند کے آنے سے پہلے پہلے فیصل نے اپنے تمام کام نپٹا دیے۔ ماورا کی طرف بھی نہیں گیا تھا۔

فیصل نے فون کر کے اپنے نہ آنے کی تصدیق کر دی تو ماوا کی خوشی سے باچھیں کھل گئیں۔ وہ حماد کے کمرے میں پہنچ گئی جو کیبل پر اپنے پسندیدہ پروگرام دیکھنے میں محو تھے۔ ماورا کی آمد پر وہ سٹ پٹائے اور ٹی وی آف کر دیا۔

"حماد بھائی آئس کریم کھانے چلتے ہیں دیکھیں تو موسم کتنا اچھا ہو رہا ہے۔" اس نے حماد کا ہاتھ پکڑ کر انھیں اٹھانے کی سعی کی۔ حماد نے اپنے ہاتھ کی طرف دیکھا جو ماورا کے سفید کبوتر جیسے مومی ہاتھ کی دل پذیر اور شریر سی گرفت میں تھا۔ پسینے کی ننھی ننھی بوندیں ان کی پیشانی پر ابھر آئیں۔ کسی ظاہر ہو جانے والے گناہ کی طرح۔ ان کی نظروں کا زاویہ بدلنے لگا پر حدت حرارت سے ان کا چہرہ سرخ ہو گیا اور دل کی دھڑکن معمول سے ہٹ گئی۔ ماورا ان کی اس کیفیت سے بے خبر بڑے ملتجی انداز میں ان کے ہاتھ ابھی تک پکڑے کھڑی تھی۔ حماد نے حریص نگاہوں سے اس کے بہار آفریں لچکدار ڈالی کی مانند پھولوں بھرے دل کش سراپے کو دیکھا اور بمشکل ہواس بحال کیے۔

"ہاں ...... ہاں تم جاؤ میں دس منٹ میں تیار ہو کر ابھی آ رہا ہوں۔" کتنے جتن کر کے حماد نے خود کو بے قابو ہونے سے روکا۔ ماورا تقریباً اچھلتی ہوئی کمرے سے نکلی۔ اس دوران ایک سیکنڈ کے لیے بھی حماد کی نگاہ ماورا پر سے نہیں ہٹی۔

"جلدی کی ضرورت نہیں ہے۔" اس نے آئینے میں خود کو دیکھتے ہوئے عجیب سے لہجے میں کہا۔

حماد ایک ملک میں تعلیم حاصل کرنے گیا تھا پر واپسی میں ڈگریوں کے ساتھ وہ بے پناہ ذہنی غلاظت بھی ساتھ لایا تھا۔ یہاں پاکستان میں اسے کھلنے کا موقعہ کم کم ہی ملا تھا۔ مگر وہاں تعلیم کے بہانے اس نے جی بھر کر خود کو سیراب کیا تھا۔ اب ماورا کو دیکھ کر پھر وہی پرانی طلب اس کے اندر جاگ اٹھی تھی۔ اس کا جی مچل اٹھا اس پھول کی مہک سونگھنے کے لیے جو ہر انداز میں جداگانہ تھا۔ ماورا کی معصوم سی جرأت طفلانہ بے باکی اور لاپرواشوخی نے تو اسے اندر سے بھسم کرنا شروع کر دیا تھا۔

ماورا باسکٹ اٹھائے لائبریری میں بھاگتی ہوئی آئی' بے قابو سانس سرخ چہرہ اور جوش سے چمکتی آنکھیں۔ فیصل بے چارا گھبرا کر کھڑا ہو گیا کہ جانے کون سی آفت آ گئی ہے جو ماورا اس کی شاگرد خاص سرپٹ بھاگتی ہوئی آئی ہے۔

"سر...... سر دیکھیں یہ۔" اس نے باسکٹ فیصل کے عین سامنے ٹیبل پر رکھی۔ فیصل نے اس میں جھانکا جہاں دو کریلے' چار بینگن' دو تین ٹماٹر اور ٹینڈے پڑے ہوئے تھے۔

"کیا ہے یہ سب؟" وہ متعجب ہوا۔

"سر آپ کو نظر نہیں آ رہا ہے یہ سبزیاں ہیں' یہ ٹماٹر، یہ کریلے، بینگن اور ٹینڈے ہیں میں نے اپنے ہاتھوں سے یہ سبزیاں لگائی ہیں اور اس بار تو کمال ہو گیا ہے سر وہی کچھ نکلا ہے جو میں نے لگایا تھا۔" وہ جوش سے ہاتھ لہرا کر تقریر کرنے والے انداز میں بولی۔

"مس ماوا میں آپ کو پڑھانے آیا ہوں سبزیوں کا معائنہ کرنے نہیں' آپ کو پڑھا پڑھا کر میرا دماغ خالی ہو گیا مگر آپ ہیں کہ...... بہرحال یہ آخری مہینہ ہے اس کے بعد میں اپنے ایگزام کی تیاری کروں گا۔"

"ہائے سر سچ۔" حسب عادت ماوا نے خوشی میں اونچی آواز میں کہا تو فیصل خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا پر دل میں کہے بغیر نہ رہ سکا۔

"وہ شخص بڑا بدنصیب ہوگا جس کے پلے ماورا بندھے گی بے چارہ ساری عمر بولنے کو ترسے گا۔ اور سر پر ہاتھ رکھ کر روئے گا اپنے نصیب کو۔"

کم و بیش ایسے ہی خیالات بڑی اور چھوٹی ممانی کے بھی ماورا کے بارے میں تھے لیکن ان کی سوچ کا انداز حاسدانہ تھا انھیں لگتا تھا ماورا نے یہ غیر معمولی توجہ اور مراعات حاصل کر کے ان کا حق مارا ہے ان کے شوہروں پر قبضہ کر لیا ہے۔ ماوا کے تو تو فرشتوں کو بھی اس انداز فکر کی خبر نہیں تھی۔ شمسہ الگ اس کی طرف سے پریشان سی تھی۔

ماورا کے کالج سے شکایت آئی تھی پرنسپل کی طرف سے سرپرست کو بلایا گیا تھا۔ شمسہ اور بڑے ماموں دونوں اس کے کالج گئے۔ بے پناہ ٹریفک کے ہجوم میں عثمان ماموں بمشکل گاڑی ڈرائیو کر پا رہے تھے۔ شمسہ کا ارادہ ماورا کی اچھی طرح خبر لینے کا تھا کیونکہ ماورا کی پرنسپل نے شکایات کی ایک لمبی فہرست گنوائی تھی۔ عثمان انھوں کی گاڑی کے عین پیچھے گہرے رنگ کی پک اپ تھی جسے ایک نوجوان لڑکا ڈرائیو کر رہا تھا وہ بے صبری سے بار بار ہارن بجا رہا تھا جبکہ وہ درمیانہ رفتار سے ڈرائیو کرتے تھے جبکہ پک اپ کا ڈرائیو جوش سے بھرا معلوم ہوتا تھا۔

ٹریفک کا دباؤ کم ہوا تو انھوں نے سکون کا

CamScanner

سانس لیا۔ پک اپ اب بھی ان کے پیچھے تھی ڈرائیور شاید ریس لگانے کے موڈ میں تھا مگر عثمان صاحب نے گاڑی انتہائی کونے میں کر لی۔ پک اپ کے ڈرائیور کو جوش چڑھ گیا وہ ضد میں آ کر گاڑی ان کے برابر لے آیا۔ اتنے قریب کہ پک اپ کا اگلا حصہ ان کی گاڑی سے ٹکرانے لگا۔ عثمان نے قہرآلود نگاہوں سے اس بے وقوف ڈرائیور کو کوسا جواباً اس نے گاڑی پھر ان کی گاڑی سے ٹکرائی بس ذرا سا دھکا لگنے کی دیر تھی پھر جو کچھ ہوا۔ وہ انتہائی خوفناک تھا۔ عثمان کی گاڑی اچھلی اور سڑک سے ڈھلان میں اتر گئی۔ اس کی ٹینکی میں آگ بھڑک اٹھی۔ جب عثمان اور شمسہ کی سوختہ لاشیں گھر پہنچیں تو سلیقہ بانو غش کھا گئیں۔ بڑی ممانی سعیدہ نے دوہتڑ اپنے سینے پہ مارے ساریہ اور ذیشان گھر پر نہیں تھے۔ پل بھر میں سب رشتہ داروں کو اس المناک حادثے کی اطلاع مل گئی۔

ساریہ اور بڑی ممانی کی نگاہوں میں ماورا کے لیے نفرت اور سرد مہری تھی۔ سعدیہ تو اسے عثمان کی میت کے نزدیک تک نہیں آنے دے رہی تھی۔ وہ اسے اس حادثے کا ذمہ دار تصور کر رہی تھی جبکہ سلیقہ سکتے کے زیر اثر تھی انھیں اپنی خبر نہ تھی۔ ماورا کس کے سینے سے لگ کر روتی اسے تو دوہرا صدمہ پہنچا تھا۔ اس میں تو قوت برداشت اور صبر بھی نہ تھا۔

رفتہ رفتہ اس پر انکشاف ہوا کہ ماموں کی موت تو ایک بہانہ تھی سعیدہ کے دل میں برسوں کی دبی نفرت کو باہر نکلنے کا موقعہ مل گیا تھا۔ چھوٹے ماموں ٹھہرے سدا کے خاموش اور کم گو ماورا ان سے شکایت کر کے گھر کے ماحول میں بگاڑ کا سبب نہیں بننا چاہتی تھی۔ ویسے بھی وہ محسوس کر رہی تھی کہ بڑی ممانی اب بے حد جرأت مند ہو گئی ہیں۔

سلیقہ بانو ڈیڑھ ماہ ہسپتال میں گزار کر گھر آئیں تو ڈاکٹر نے کہا کہ صدمے نے ان کا دماغ کے نازک اور حساس حصوں کو بری طرح نقصان پہنچایا ہے۔ اس لیے ان کے اس کرائسس سے باہر نکلنے کے امکان نہ ہونے کے برابر ہیں ویسے بھی وہ عمر کے آخری حصے میں تھیں جب بیماریوں اور صدمات کے خلاف قوت مدافعت نہ ہونے کے برابر رہ جاتی ہے۔

سارا دن وہ کمرے میں بند لیٹی دیواروں چھتوں اور کھڑکیوں کو بے مقصد گھورتی رہتیں ملازمہ کھانا تینوں وقت وہیں دے آتی جو اکثر اوقات جوں کا توں پڑا رہتا۔ وہ ماورا کو بھی خالی خالی سپاٹ نگاہوں سے دیکھتیں جیسے پہلی بار دیکھا ہو۔ ان نظروں میں شناسائی و اپنائیت کی کوئی رمق نہیں ہوتی تھی۔ ایسے میں ماورا کا جی چاہتا وہ زور زور سے روئے چیخے چلائے۔ وہ اس توجہ دیتے وجود و ماحول میں یکا یکی اجنبی کیوں ہو گئی تھی۔ ممانیوں نے اس سے کیوں بیر باندھ لیا تھا۔ چھوٹے ماموں کیوں خاموش تھے نانو کو یہ سرد مہر کر دینے والی بیماری کیوں لگی تھی۔ اس کے پاس اتنے "کیوں" جمع ہو گئے تھے جن کا جواب ڈھونڈنے سے وہ قاصر تھی۔ اس کی لاپروائی شوخی و جرأت رخصت ہونے کی تیاریوں میں تھیں۔

ساریہ اس کی جامد خاموشی پر طنز بھری نگاہ ڈالنے سے باز نہیں آتی تھی۔ ذیشان کا دم غنیمت تھا پر وہ ماں کے تیوروں سے خائف رہتا۔ ایسے میں ایک حماد بھائی تھے جو اسے شجر سایہ دار کی مانند لگتے۔ ماورا کا خیال تھا وہ اس کے واقعی ہمدرد و خیر خواہ ہیں۔

فیصل بہت دنوں کے بعد امی کے ساتھ ماورا کے گھر آیا تھا کیونکہ وہ کئی بار اسے کہہ چکا تھیں مجھے ماورا کے پاس لے چلو۔ تعزیت کرنے کے لیے ویسے بھی انھیں ماورا سے بہت انسیت تھی۔ ہنسی کھلکھلاتی یہ گڑیا انھیں زندگی کا دوسرا روپ لگتی تھی۔

اس نقطے پر فیصل کو ان سے سراسر اختلاف تھا کیونکہ وہ ماورا کو تباہی کا دوسرا روپ کہتا تھا۔ آج بھی ان کی ہزار ہا منتوں کے بعد وہ ان کے ساتھ آیا تھا۔ ڈیڑھ ماہ کے عرصہ کے بعد فیصل کو سارا ماحول نہ جانے کیوں بدلا بدلا لگا۔ اجنبی سا جیسے کسی چیز کی کمی ہو یا کچھ کھو گیا ہو۔ ماورا کی ممانی چپ چاپ بیٹھی رہیں بیزاری ان کے چہرے پر واضح انداز میں تحریر تھی۔ شیریں بیگم کو ان کا رویہ بڑا تکلیف دہ لگا کیونکہ دونوں گھروں کے آپس میں اچھے تعلقات تھے پھر سعیدہ کی یہ عجیب سی خاموشی بڑی تکلیف دہ لگ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد وہ لوٹ آئیں ماورا سے ملے بغیر۔

"میں خود بہت پریشان ہوں جانے امی کو تم سے خدا واسطے کا بیر کیوں ہو گیا ہے۔ یقین کرو ماورا میرا دل بہت دکھی ہوتا ہے تمہیں تکلیف میں دیکھ کر۔ میرا جی چاہتا ہے تمہارے سارے دکھوں کو سکھوں میں بدل دوں اور ایک دن ایسا ضرور آئے گا۔ ماورا میں تمہیں خود سے بہت قریب محسوس کرنے لگا ہوں۔"

"ذیشان پلیز۔" بے اختیار اس کا ہاتھ ذیشان کے منہ کی طرف بڑھا۔ کسی کے سن لیے جانے کے خوف سے اس کا سارا جسم کمان کی طرح تن گیا۔

"ذیشان کیوں مجھے گھر سے نکلوانے کا ارادہ ہے اگر کوئی ایسی ویسی بات ممانی کے کانوں تک چلی گئی تو سمجھو میری خیر نہیں ہے۔ پلیز یہاں سے چلے جاؤ۔" ماورا کا لہجہ بہت افسردہ اور بوجھل سا تھا۔

"انشاء اللہ تم اسی گھر میں رہو گی یہ میرا تم سے وعدہ ہے میں امی سے کہہ دوں گا مجھے اگر شادی کرنی ہے تو صرف ماورا سے ... میں تمہارے لیے ساری دنیا سے لڑ سکتا ہوں۔"

ذیشان کا چہرہ جوش و جذب سے سرخ ہو رہا تھا۔

"ٹھیک ہے میں ہی یہاں سے چلی جاتی ہوں۔" ماورا کا لہجہ بھرا گیا کوئی اسی طرف آ رہا تھا۔ ذیشان فوراً اس کے کمرے سے نکل گیا۔ آنے والے حماد بھائی تھے۔ ماورا نے فوراً آنکھیں آستین سے رگڑیں۔

"چلو ماورا تمہیں لانگ ڈرائیو پر لے چلوں میرا دل چاہ رہا ہے بہت دن سے کہیں جانا نہیں ہوا ہے ڈھائی ماہ گزرنے کے باوجود ابھی تک کوئی نہ کوئی تعزیت اور دعا کے لیے چلا آتا ہے۔ میں تو اکتا گیا ہوں یار۔" وہ اس کے نزدیک آ بیٹھے اس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر ایک لمحے کے لیے وہ پریشان سے ہو گئے پھر بڑے پیار سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"ماورا تمہاری آنکھیں سرخ کیوں ہیں کسی نے کچھ کہا ہے تو مجھے بتاؤ میں ابھی خبر لیتا ہوں جا کر۔" ہاتھ اب آہستہ سے اس کی پشت کو سہلا رہا تھا۔

"نہیں ...... نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے بس ایسے ہی میرا دل بھر آیا تھا امی کو یاد کر کے۔" ان کے بھرے تیور ملاحظہ کر کے وہ اندر اندر ڈر سی گئی اور ذیشان کی کچھ دیر قبل کہی جانے والی باتیں قصداً چھپا گئی۔

"ماورا اپنی ان خوبصورت آنکھوں پر یوں ظلم مت ڈھایا کرو یہ رونے کے لیے نہیں بنی ہیں بلکہ تمہاری عمر تو خواب دیکھنے کی ہے خوبصورت سنہرے خواب دیکھنے کی، تمہاری آنکھیں تو مجھے خواب ناآشنا لگتی ہیں۔" وہ اس کی غلافی پلکوں والی گہری گھور کالی آنکھوں میں جھانک رہے تھے اور ان کی بوجھل سانسیں ماورا کے چہرے سے ٹکرا رہی تھیں۔ وہ لڑکھڑا سی گئی تو حماد نے اسے فوراً تھام لیا۔

"ماورا مجھے اجازت دو میں ان آنکھوں

میں خواب اور رنگ ہی رنگ بھر دوں۔'' ان کا لہجہ ازحد بوجھل ہوگیا تو ماورا کا دل اُتھل پتھل سا ہونے لگا۔

''حماد بھائی آپ......؟''

''ہونہہ حماد بھائی نہیں صرف حماد ...... سمجھ گئیں آئندہ مجھے تم صرف حماد کہو گی تمہارے منہ سے بھائی بجتا نہیں ہے۔'' انھوں نے اس کی بات کاٹ دی جبکہ ماورا ان کے الفاظ کی بھول بھلیوں میں کھوئی ہوئی تھی۔

''اب فوراً اٹھو چینج کرو باہر چلتے ہیں۔'' انھوں نے اس کا بازو پکڑ کر اٹھایا تو طوعاً کرہاً ماورا ان کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہوگئی۔ وہ بہت موڈ اور ترنگ میں نظر آ رہے تھے۔ جبکہ وہ بری طرح الجھی ہوئی تھی۔

مری روڈ پر واقع جیولرز بازار کے آگے بنے پارکنگ لاٹ میں انھوں نے جگہ دیکھ کر گاڑی پارک کی۔ ماورا حماد کا اشارہ سمجھ کر اتر آئی۔ وہ ایک دوکان میں گھس گئے جہاں شوکیس میں سجے سونے کے دیدہ زیب ڈیزائن والے زیورات نگاہوں کو خیرہ کر رہے تھے۔ وہ پسند کرنے لگے سیلز مین ماورا کے آگے جیولری کے مختلف ڈبے نکال نکال کر رکھ رہا تھا اور وہ حیرتوں میں گھری ہوئی تھی۔ حماد بھائی اسے یہاں کیوں لائے تھے اور زیورات پسند کیوں کروا رہے تھے۔ اسے یہ عقدہ کھل ہی نہیں رہا تھا۔

ماورا کی طرف سے مسلسل لاتعلقی اور عدم دلچسپی کے باعث انھوں نے خود ہی اس کے لیے ایک نازک سا بریسلٹ اور انگوٹھی پسند کی پھر اس کی ادائیگی کر کے باہر آ گئے۔ دونوں چیزیں ان کے ہاتھ میں تھیں۔

''ماورا تم اتنی چپ چپ کیوں تھی دوکان میں؟''

''یہ جیولری تم نے پہننی ہے میں نے نہیں اب دیکھو کیسی ہے میں نے مجبوراً اپنی پسند سے لی ہے تم پہن کر دکھاؤ۔''

''مگر حماد بھائی میں یہ سب نہیں لے سکتی اتنی قیمتی جیولری۔''

''اوہو تم سے زیادہ قیمتی نہیں ہے ابھی تو اس سے زیادہ قیمتی جیولری لے کر دوں گا تمہیں۔''

اب ماورا اتنی بچی بھی نہ تھی کہ ان کے الفاظ کا مطلب اس کی سمجھ میں نہ آتا۔

''حماد بھائی آپ کو معلوم ہے آپ کیا کہہ رہے ہیں؟''

''ہونہہ صرف حماد صرف حماد میں جو کچھ کہہ رہا ہوں مجھے معلوم ہے تمہاری رفاقت میری تمنا ہے۔''

''حماد بھائی مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا پلیز گھر چلیے۔'' وہ رونے لگی تو مجبوراً حماد کو گاڑی کا رخ گھر کی طرف موڑنا پڑا۔

اسے بہت بری طرح رونا آ رہا تھا۔ حماد بھائی کو تو اس نے اپنے تئیں بہت اونچی حیثیت دی ہوئی تھی۔ ان کی شخصیت کا سارا بھرم ٹوٹ پھوٹ چکا تھا۔ اس نے بریسلٹ اور انگوٹھی کپڑوں والی الماری میں چھپا دی۔ اس کا جی چاہ رہا تھا خوب زور زور سے روئے۔ چوروں کی طرح اس نے نانو کے کمرے کا رخ کیا وہ پرسکون دواؤں کے زیر اثر غنودگی میں تھیں تاحال ان کی پہلے والی کیفیت تھی ناچار وہ دروازہ آہستگی سے بند کر کے لوٹ آئی تو واپسی میں راہداری میں ممانی سے سامنا ہوگیا۔ ان کی سرد نگاہیں اسے جما کر رکھ دینے کے لیے کافی تھیں۔

''ماورا بی بی اتنی اونچی ہواؤں میں مت اڑو پروں کے بغیر یہ کوشش اپنی جان لینے کے مترادف ہے۔'' وہ اس کا راستہ روکے کھڑی اسے کینہ توز نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔ ماورا کی پیشانی پر پسینے کے قطرے ابھر آئے وہ تقریباً بھاگ کر اپنے کمرے میں واپس آئی اور دروازہ اندر سے بولٹ کر لیا۔ کتنی دیر وہیں کھڑی وہ گہری سانسیں لیتی رہی۔

وہ شوخ سی بے فکر و لاپروا اتھری سی ماورا کہیں کھو چکی تھی نام نہاد دلیری کا نقاب کب سے اتر چکا تھا اگر اس میں اتنی ہمت ہوتی تو وہ ممانی کو ان کے سپوتوں کی حقیقت نہ بتا دیتی۔ ماموں سے مدد کے لیے رجوع کرتی۔ گھر کی فضا میں ایک عجیب سا تناؤ وہ محسوس کر رہی تھی یا پھر اسے ہی ایسا لگ رہا تھا چھوٹی ممانی اور سامعہ مزید اسے کھنچی کھنچی رہنے لگی تھیں۔ ان کے اس رویے کا جواز کم از کم اس کی سمجھ سے باہر تھا۔

''اے ماورا کہاں چھپی رہتی ہو آج کل؟'' بے بی آپی اس کے کمرے میں آن دھمکیں۔ ماورا جھٹ بستر سے اتر آئی اور بے بی آپی سے حال احوال دریافت کرنے لگیں۔

بے بی آپی بڑے ماموں کی بیٹی تھیں باقی گھر والوں کی نسبت وہ اچھی تھیں ان کے ساتھ وہ بھی باہر آ گئی' سٹنگ روم میں حماد اور ذیشان بھی موجود تھے۔ ذیشان اسے دیکھتے ہی کھل اٹھا اور بیٹھے بیٹھے نعرہ لگایا۔

''ماورا یہاں آ جاؤ بڑے مزے کی نمکین غزل پڑھ رہا ہوں۔'' ماورا نے چور نگاہوں سے کمرے میں بیٹھے سب افراد کا جائزہ لیا کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہیں تھا سوائے حماد کے۔ وہ سر جھٹک کے ذیشان کے پاس چلی آئی جو ایک میگزین میں سر گھسائے ہوئے تھا اور چہرہ مارے ہنسی کے سرخ ہوا جا رہا تھا۔

''سنو تو یہ قطعہ۔''

اگر تم کو فرصت میسر ہو یارو
انھیں آ کے دیکھو نہانے سے پہلے
نشان سبز تارے کا دیکھا تو بولے
ضروری ہے ملنے ملانے سے پہلے

ماورا کے چہرے پر ہنسی کی ہلکی سی رمق جھلک دکھا کر پل بھر میں مفقود ہوگئی۔

''افوہ ماورا تمھیں کیا ہوتا جا رہا ہے اتنی ڈل ہوگئی ہو بالکل بور۔'' وہ منہ پھلا کر بولا عین اس وقت بڑی ممانی کمرے میں داخل ہوئیں وہ ماورا کو دیکھ رہی تھیں بڑی خاص الخاص نگاہوں سے۔ وہ اندر ہی اندر دبک گئی کیونکہ ممانی کی نگاہوں میں بڑی تیز دھار تلوار کی سی کاٹ اور چمک تھی۔ اس کی ساری ہنسی ازخود ختم ہوگئی سارے قہقہے اندر ہی اندر دم توڑ گئے۔ وہ اس رنگ جماتی محفل کو ادھورا چھوڑ کر آ گئی تو حماد نے جاتے وقت بھنویں اچکا کر اسے دیکھا سمجھ نہ آنے والے انداز میں۔ اس کے پیچھے پیچھے ذیشان بھی چلا آیا تو وہ روہانسی ہونے لگی۔

''پلیز یہاں سے چلے جاؤ اور ممانی کو پتہ چل گیا تو اچھا نہیں ہوگا۔''

''ارے چھوڑو اپن کسی سے نہیں ڈرتا ہم ہیرو کی طرح ہر رکاوٹ کو پھلانگے گا۔'' وہ سینہ پھلا کر فلمی انداز سے بولا کہ ماورا کی ہنسی چھوٹ گئی۔

''اب امی سے ڈرنا چھوڑو کیونکہ وہ تمہاری ہونے والی ساس ہیں میں تمہارے سارے غم' خوشی سے بدل دوں گا' تمہارے لیے آسمان سے تارے توڑ کر لاؤں گا۔'' وہ ہنوز اسی لہجے و انداز میں بولا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتا اس کی زبان کو بریک لگ گیا۔

''ذیشان چلو جاؤ یہاں سے۔'' حماد اتنی زور سے دھاڑا کہ ایک ثانیے کے لیے وہ خود بھی ڈر سی گئی۔ مارے غیض و غضب کے اس کا چہرہ سرخ ہوا جا رہا تھا بیچارے ذیشان کی تو روح ہی پرواز کو پر تولنے لگی۔ اسے ان کی خفگی سمجھ نہ آئی تھی۔ اس نے چپ چاپ وہاں سے کھسک جانے ہی میں عافیت تصور کی۔

رات کے دس بجے تھے جب حماد اس کے کمرے میں چلے آئے۔

''کیا ہو رہا ہے؟'' وہ نرم لہجے میں بغور اسے

CamScanner

دیکھتے ہوئے بولے تو وہ ان کے یوں اچانک چلے آنے پر ہراساں سی ہوگئی۔ وال کلاک کو دیکھا ہے رات کے دس بجا رہا تھا ویسے بھی سردیوں کا موسم تھا تمام گھر والے اس وقت اپنے اپنے کمروں میں چلے جاتے تھے۔ ماورا کے کمرے کا اندرنی لاک خراب تھا جس کی وجہ سے داخلی دروازہ لاکڈ نہیں ہوسکتا تھا۔ اس نے ماموں سے کتنی بار کہا تھا کہ اسے لاک ٹھیک کروا دیں پر ازلی لاپروائی و سستی کی وجہ سے یہ کام ٹلتا رہا۔ اس لیے تو اتنی آسانی سے حماد اس کے کمرے تک یوں رات گئے دبے قدموں چلے آئے تھے۔ وہ بڑی بے تکلفی سے اس کے بستر پر بیٹھ گئے۔

''ذیشان والا سلسلہ کب سے چل رہا ہے؟'' وہ عجیب سے انداز میں چھوٹتے ہی گویا ہوئے تو ماورا کو تاؤ آ گیا۔

''حماد بھائی آپ یہ پوچھنے والے کون ہوتے ہیں؟'' حماد نے اس کے سرخ سرخ چہرے کو غور سے دیکھا اور پینترا بدل لیا۔

''افوہ بھئی میرا وہ مطلب نہیں تھا۔'' آخرکار وہ اسے موم کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ وہ اب اس کے قریب آ گئے اور ایک بازو بڑھا کر اسے خود سے قریب کرنے کی کوشش کی۔

''تم اتنی خوبصورت کیوں ہو؟'' ان کا لہجہ جذبات میں ڈوبنے لگا تھا۔ حماد کی شیطانیت ان کی نگاہوں سے عیاں ہو چکی تھی۔ وہ ان کا مدعا جان کر اندر سے کانپ گئی۔ یکدم حماد نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔

اب ان کے اندر کا شیطان پوری طرح باہر آ چکا تھا۔ ماورا کی جان پتے کی طرح کانپ رہی تھی۔ حماد نے پوری طرح سے اسے بے بس کر ڈالا تھا۔ اسے رونا آنے لگا۔ کیا وہ اس کم مائیگی کے عالم میں اس شیطان کو عزت کا اندرانہ پیش کر دے گی؟ ہرگز نہیں۔ اس نے دل کی گہرائیوں سے دب کر پکارا۔ اس کے دوؤں ہاتھ حماد کے شکنجے میں تھے۔ اس نے دانت حماد کے بازو میں گاڑ دیئے تو اس نے بلبلا کر ماورا کو چھوڑ دیا۔

''ارے بابا میں تو مذاق کر رہا تھا دیکھ رہا تھا کہ میری ماورا کتنی بہادر ہے۔'' حماد نے رنگ بدل لیا۔

''فوراً میرے کمرے سے چلے جائیں ورنہ میں شور مچا دوں گی۔'' اس نے کمزور لہجے میں بہادری و مضبوطی بھرنے کی ناکام کوشش کی۔ حماد وہیں سے پلٹ گیا۔ وہ ہر پہلو دیکھ بھال کر کام کرنے کا عادی تھا۔ مگر یہاں منصوبہ بندی میں شاید تھوڑی کمی رہ گئی تھی اسی وجہ سے وہ ناکام ہوا تھا۔

اب ماورا ہوشیار ہو چکی تھی لاکھ وہ کمزور اور بے آسرا سہی مگر عزت کے تحفظ کی قدرتی جبلت اس میں باقی تھی۔ حماد کلی کلی منڈلانے والا بھنورا تھا۔ ماورا کے ان چھوئے بے پایاں حسن پر اس کی رال ٹپک گئی تھی۔ اس نے سوچا تھا ماورا کو اپنے بس میں لا کر اپنا مقصد حاصل کر لے گا آجکل اس کی والدہ بڑی اونچی جگہ سے اس کے لیے بہو لانے کا پروگرام بنا رہی تھیں۔ جس میں اس کی رضامندی بھی شامل تھی وہ چاہتا تھا ماورا کو خبر ہونے سے پہلے ہی وہ اپنا کام کر گزرے۔ وہ بے وقوف اور کم عمر سی لڑکی ضرور اس کے دام میں پھنس جائے گی بعد میں جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ کون اسے پوچھنے والا تھا۔ وہ اسے ذرا دھمکا کر چپ کرا دے گا۔ اس کی سب سے بڑی حمایتی تو اپنے وجود تک سے ناآشنا ہو چکی تھیں۔

دادی جان کی وہی کیفیت تھی ان کا ہونا نہ ہونا برابر تھا پے در پے غموں نے ان کو دنیا جہان سے لاپروا کر دیا تھا یہاں تک کہ وہ اپنی ... ماورا تک سے بے خبر ہو چکی تھیں۔ ماورا جو انہیں سب سے پیاری تھی۔

حماد چلا گیا تو وہ دروازے کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑی ہوگی۔ اس کے اعصاب ابھی تک تنا... میں نہ آئے تھے۔ وہ حماد کی نیت سے آج اچھی طرح واقف ہوگئی تھی۔ اس کی قسمت اچھی تھی جو حماد اس پر حاوی نہ ہو پایا تھا ورنہ بدنامی کے اندھیرے اس کے مقدر میں رقم ہونے تھے۔ گھر کی ساری فضا ہی اس کے مخالف تھی کوئی ایک بھی تو اس کا ہمنوا نہیں تھا۔ اس نے پکا ارادہ کر لیا کہ وہ اب نانو کے کمرے میں سوئے گی کیا ہوا وہ ہوش سے بیگانہ ہیں کم از کم ان کا دم تو غنیمت تھا۔

اس نے کمرے کا دروازہ دھیرے سے کھولا۔ سارا گھر اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ ہر سو سناٹے کا راج تھا۔ صرف پورچ کی لائیٹ جل رہی تھی۔ وہ دبے دبے قدموں نانو کے کمرے کی طرف آئی۔ ہر چیز بے ترتیب ہو رہی تھی جب سے ان کی یہ حالت ہوئی تھی۔ ماورا تھوڑی دیر کے لیے ان کے کمرے میں آتی اور پھر چلی جاتی۔ آج اس نے تفصیل سے کمرے کا جائزہ لیا تو اس کا جی چاہا کہ زور زور سے روئے وہ اسے کتنا چاہتی تھیں اسے خوش رکھنے کی خاطر کتنے لوگوں کو ناراض کر لیتی تھیں اور وہ ان کے بے بس و بیمار وجود سے غافل ہوگئی تھی۔ ان کے بستر کی چادر بہت میلی ہو رہی تھی کمرہ گرد آلود اور بکھرا بکھرا سا تھا۔ ماوا مارے محبت و ندامت کے نانو کے محبت بھرے سینے کے اوپر اوندھی ہوگئی۔

''نانو آپ کب ہوش میں آئیں گی دیکھیں تو آپ جس ماورا کے لاڈ اٹھاتی تھیں وہ عدم توجہ کے باعث کیا سے کیا ہوگئی ہے آپ جلدی سے ٹھیک ہو جائیں ناں ورنہ مجھے کچھ ہو جائے گا۔ نانو بھی مجھے چھوڑ گئی ہیں حماد بھائی اچھے نہیں ہیں۔'' وہ ان کے کمزور ناتواں وجود کے اوپر جھکے جھکے رو رہی تھی۔ جب اچانک اسے عجیب سا احساس ہوا۔ نانو کا جسم ٹھنڈا یخ ہو رہا تھا اور دل کی دھڑکن خاموش تھی۔ اس نے لرزتے دل کو سنبھالا اور ان کی سانس کی آمدورفت کو معلوم کرنے کے لیے اپنا ہاتھ ان کی ناک کے آگے رکھا۔ زندگی کب کی خاموش ہو چکی تھی۔ ماورا کو اپنے حلق سے نکلنے والی چیخوں پر کوئی اختیار نہ رہا۔ یہ حقیقت کا کڑوا گھونٹ بھی اسے پینا پڑا کہ اب وہ نانو کو کبھی نہیں دیکھ سکے گی۔

تعزیت کرنے والے ابتدائی دنوں میں تواتر سے آتے رہے۔ پندرہ دن کے بعد چالیسواں کروایا گیا تو یہ سلسلہ بھی ختم ہوگیا۔ ماورا کو اب سب سے خوف آنے لگا تھا وہ کونے کھدروں میں چھپنے کے بہانے ڈھونڈتی۔ بڑی ممانی کے نام سے اس کی روح قفا ہو جاتی وہ کیا سے کیا ہوگئی تھی۔

پراعتماد اور نڈر ماورا کہیں کھو گئی تھی۔ ادھر ذیشان نے یہ حماقت بھرا اعلان کر دیا تھا کہ وہ ماورا سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ حماد کے سینے پر سانپ لوٹ گئے تھے اب گھر بھر میں اس کی مخالفت کی مہم چل رہی تھی۔ ممانی نے ذیشان کی اچھی طرح کھنچائی کی تھی۔ حماد اپنی چالیں چل رہا تھا کسی طرح گوہر مقصود اس کے ہاتھ آ جائے درپردہ دونوں بھائیوں میں ٹھن چکی تھی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے گھمسان کا رن پڑا تھا۔ ذیشان اور حماد ایک دوسرے کے مدمقابل آ گئے تھے۔

''خبردار اگر ماورا کا نام تیری زبان سے نکلا۔'' حماد دھاڑے اندر سے ڈرنے کے باوجود ذیشان ڈٹا رہا۔

''آپ سب بھی سن لیں اگر میری شادی ہوئی تو صرف ماورا سے ہوگی۔'' وہ مضبوط لہجے میں بولتا سامنے سے ہٹ گیا۔

ماورا کچن میں کھڑی حرف بحرف سن چکی تھی۔ اسے اپنی شامت اعمال بہت قریب نظر آ رہی تھی۔ سعیدہ ودونوں بھائیوں میں بیچ بچاؤ کرانے کے بعد ماورا کو ڈھونڈنے لگیں۔ ان کے تیور بہت خراب تھے۔ اسے کچن میں دیکھ کر ان کی

CamScanner

آنکھوں میں لہو اتر آیا۔

''تم کیا سمجھتی ہو دنوں بھائیوں کو ایک دوسرے کے خلاف کر کے تم اپنا مقصد حاصل کر لو گی ہرگز نہیں۔ اماں مٹی ہو چکی ہے جس کے بل بوتے پہ تم شیر بنی ہوئی تھی۔ اب سب کچھ میرے ہاتھ میں ہے تم مجھے ہرانا چاہتی ہو تم پہلے بھی مجھے ہراتی رہی ہو تمہاری نانی تمہیں مجھ پر فوقیت دیتی تھیں۔'' بولتے بولتے ان کا لہجہ جنونی و وحشیانہ سا ہو گیا۔

''حماد اور ذیشان دونوں تمہارے اسیر ہیں تم ان کی صورت میں یہاں میری راجدھانی میں حکومت کرنا چاہتی ہو ایسا نہیں ہو سکتا میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گی۔'' وہ جنونی انداز میں سامنے شیلف پر بڑی چھری کی طرف لپکیں اور اٹھا کر ماورا کی طرف مڑیں جو مارے خوف کے تھر تھر کانپ رہی تھی۔

وہ بھاگ کر ان کے سامنے سے ہٹی وہ وحشیانہ انداز میں چھری لہراتی اس پر جھپٹ پڑیں۔ اس نے ان کا وار روکنا چاہا اسی کوشش میں چھری اس کے بازو پر لگی۔ بڑی جدوجہد کے بعد وہ بھاگ کر ان کے نرغے سے نکلی ان پر تو خون سوار تھا۔ سب تماشا دیکھ رہے تھے سار یہ و سامعہ چھوٹی ممانی حماد ذیشان کوئی بھی تو اسے بچانے نہیں آیا سب جانے کہاں غائب ہو گئے تھے۔ ادھر ممانی پر جنون سوار تھا کہیں بھی جائے پناہ نہ تھی۔ وہ کچن سے نکل کر اندھا دھند بیرونی گیٹ کی طرف بھاگی۔ عین اسی وقت باہر فیصل کی بائیک رکی۔ افتاداں و خیزاں ماورا اس کے سامنے تھی۔

''سر پلیز مجھے بچا لیں۔'' عجیب سے حلیے میں وہ ہرگز پہلے والی ماورا نہیں لگ رہی تھی۔

''سر پلیز مجھے بچا لیں یہ سب مجھے مار دیں گے سر آپ کو اللہ کا واسطہ مجھے یہاں سے لے جائیں۔'' فیصل نے بائیک موڑی ماورا اس کے پیچھے بیٹھ گئی۔ وہ ادھیڑ بن میں تھا کہ ماورا کو کہاں لے کر جائے۔ اس دوران وہ بغور دیکھ چکا تھا کہ ماورا کے کپڑوں پر جا بجا خون لگا ہوا ہے۔

''سر یہاں سے چلیں ممانی مجھے مار ڈالیں گی پلیز مجھے بچا لیں میری عزت اور جان دونوں خطرے میں ہیں سر...... سر پلیز آپ مجھ سے شادی کر لیں ورنہ حماد بھائی......'' اس کے لہجے میں آنسوؤں کی نمی گھلی ہوئی تھی۔ فیصل بائیک دوڑاتا گھر آ گیا۔

سب سے پہلے اس کا سامنا امی سے ہوا۔ پھر ارشی اور فری سے۔ اس وقت اس حال میں ماوا کو دیکھ کر ان کا حیران ہونا بے سبب نہیں تھا۔

''کیا ہوا بیٹا؟'' شیریں نے لپک کر لڑکھڑاتی ماوا کو سنبھالا اس کے خون آلود کپڑوں کو دیکھ کر انھیں کچھ ہونے لگا۔ روشنی میں سب کچھ واضح تھا انھوں نے سوالیہ انداز میں فیصل کو دیکھا اس نے کندھے اچکا دیئے وہ تو اپنے کام سے ادھر گیا تھا کیا پتا تھا ماورا کو اس حال میں لانا پڑے گا۔

''امی یہ زخمی ہے اس وقت اس سے کہیں اس کے زخم صاف کر کے دوا لگا دیں پھر ماورا سے پوچھتے ہیں۔'' اس کی تجویز معقول تھی۔

فری گرم پانی اور ڈیٹول لے کر آ گئی۔ ارشی نے اس کے کپڑے بدلوا دیئے۔ ماورا کا خوف کم نہ ہوا وہ بار بار خوفزدہ انداز میں گیٹ کی طرف دیکھتی۔

''ممانی مجھے مار دیں گی۔'' وہ ازحد ڈری ہوئی تھی شیریں بیگم اسے پاس بیٹھ گئیں وہ قطرہ قطرہ اپنا دکھ ان کے کانوں میں انڈیلنے لگی جب وہ خاموش ہوئی تو اس کے ساتھ شیریں بیگم کی آنکھیں بھی گیلی تھیں۔

''تو یہ کتنی شقی القلب عورت ہے ایک بچی کو اپنا حریف تصور کرنے لگی تف ہے اس کی عقل پر۔'' وہ یہی کہہ سکیں۔

''اب تم سو جاؤ اطمینان سے یہاں کوئی نہیں آئے گا۔''

''نہیں خالہ جان مجھے ڈر لگ رہا ہے۔'' وہ ان کا دامن پکڑ کر بچوں کی طرح رو پڑی تو ان کی آنکھیں بھی نم ہو گئیں اسے انھوں نے زبردستی دودھ کے ساتھ نیند کی گولی دی تاکہ اس کے منتشر ذہن کو آرام مل سکے۔

کچھ دیر بعد وہ کمرے میں رفیع الدین اپنے شوہر اور بیٹے فیصل کے ساتھ گفت و شنید میں مگن تھیں۔ ان کی بات پر سر ہلاتے ہوئے رفیع الدین نے اسفند کے گھر کا نمبر ڈال کیا۔ حقیقتاً ماورا کے ساتھ ہونے والی زیادتی نے ان کو بڑا ہرٹ کیا تھا۔ ماورا کے بڑے ماموں کے ساتھ ان کے دیرینہ تعلقات تھے ان کی موت کے بعد سعیدہ کی سرد مہری کی وجہ ان کے تعلقات میں اگرچہ پہلے والی گرمجوشی نہیں رہی تھی پر دلوں سے خلوص رخصت نہیں ہوا تھا۔ یہ خلوص بھی اب یکطرفہ رہ گیا تھا۔

آج ماورا کو یہاں دیکھ کر پرانی یاد تازہ ہو گئی تھی۔ شمسہ ان کی منہ بولی بہن تھی اور اسی منہ بولی بہن کی بیٹی آج کتنے ابتر حال میں یہاں آئی تھی۔ اگر اس کی ماں زندہ ہوتی تو اپنے جگر گوشے کو یوں دیکھ کر تڑپ نہ اٹھتی۔ دل سے اٹھتی تاسف کی لہر کو بمشکل دباتے ہوئے رفیع الدین نے اسفند سے بات کی بعد میں شیریں بیگم نے ان سے فون لے لیا۔ تقریباً آدھ گھنٹے سے بھی زائد بات ہوتی رہی۔ شیریں اور رفیع الدین نے اسفند کو منا ہی لیا تھا۔

فیصل اس سارے عمل سے لاعلم تھا۔ صبح چار بجے کے قریب جب شیریں بیگم نے اسے اٹھایا تو یوں بے وقت اٹھائے جانے پر وہ جھنجلا گیا۔

''اٹھو نکاح کے سارے انتظامات کرنے ہیں وقت بہت کم ہے۔'' فیصل کے اعصاب پر یہ جملہ بم بن کر پھٹا۔

''اوہ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا حسن کے اس ایموشن ڈپو کو میں نہیں سنبھال سکتا امی آپ کو تو پتہ ہے علینہ میری پہلی اور آخری پسند ہے خاموش کم گو اور یہ پٹاخہ حسینہ نہیں...... نہیں۔'' فیصل رونے کے قریب ہو گیا۔ شیریں نے اسے جھڑکا۔

''اٹھو فیصل ابھی گاؤں سے امی جان اور تمہاری زوبیہ خالہ بھی آ رہی ہیں ماورا کا نکاح اسفند کے ساتھ ہو گا ابھی اور اسی وقت۔'' انھوں نے اسے مژدۂ جانفزا سنایا۔ اس کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھٹنے کے قریب ہو گئیں۔

''یہ سب کیسے ہوا میرا مطلب ہے اسفند ماموں کیسے مان گئے؟''

''بس مان گئے یہ ایک الگ داستان تمہارے ابو نے منایا ہے انھوں نے اسفند سے کہا کہ ماورا ان کے عزیز دوست کی بھانجی ہے جن کے ساتھ ان کا پائیدار تعلق ہے۔ انھوں نے اپنے اور اسفند کے رشتے کا حوالہ دیا پھر تمہاری نانی اور خالہ سے بھی بات ہوئی سب راضی ہیں۔'' شیریں بیگم کا چہرہ مطمئن تھا۔

''پر امی ماوا کے گھر والے؟'' وہ خدشات کا شکار تھا۔

''ان بے غیرت بے حس لوگوں کا نام نہ لو میں سعیدہ کی عقل پر حیران ہوں بچی کو جان سے مارنے کی کوشش کی انھیں کیا پروا ہو گی بلکہ الٹا شکر کیا ہو گا جان خود بخود چھوٹ گئی۔ ٹیڑھے راستوں پر چلنے والے خود نقصان اٹھاتے ہیں ہمیں کیا ضرر پہنچائیں گے۔ اگر تین تیرہ کرنے کی کوشش کی تو دیکھ لیں گے ویسے ہم نے ماورا کے چھوٹے ماموں کو سب کچھ بتا دیا ہے وہ اپنی کلرتاہیوں پر شرمندگی کا اظہار کر رہے تھے پر میں سمجھتی ہوں ان کی یہ شرمندگی اب کس کام کی۔ ان کی ناک تلے سب ہوتا رہا اور وہ انجان بنے رہے۔ لوگوں

CamScanner

کوخوف خدا تک نہیں ہے۔ ان کی صفائیاں کس کام کی۔ ویسے نکاح میں وہ بھی شریک ہوں گے۔'' امی نے اسے تفصیل بتائی۔ فیصل فوراً واش روم میں گھس گیا۔ ارشی نے کپڑے سینے والی مشین نکالی ہوئی تھی اور ایمرجنسی میں ماوا کے لیے کپڑوں کا ایک جوڑا سی رہی تھی۔ ان دونوں بہنوں کے کپڑے اسے پورے نہیں تھے کیونکہ ارشی اور فری ہائیٹ میں اسے زیادہ تھیں۔

ساڑھے پانچ بجے کے قریب اسفند کی امی اور زوبیہ آئیں گھر میں بڑی چہل پہل ہوگئی تھی ماورا ابھی تک سوئی پڑی تھی۔ فیصل اونچی آواز میں ہنس رہا تھا۔ ارشی اور فری کے چہرے کھلے ہوئے تھے۔ شیریں بیگم بھاگ بھاگ کر ہر کام کر رہی تھیں۔ زوبیہ نے سوئی ہوئی ماورا کو دیکھا اور پھر خوش ہوگی۔

''اف کتنی پیاری ہے۔''

''پیاری ہی نہیں اسلحے کی فیکٹری بھی ہے۔'' فیصل نے زوبیہ کا جملہ کاٹ دیا اور پھر خود ہی اپنی بات کا مزہ لیا۔

''تم جل ککڑے جلتے رہنا اپنی علینہ کو دیکھا ہے کیسے ہر وقت گھنی بنی پھرتی رہتی ہے۔'' زوبیہ فوراً ماورا کی حمایتی بن گئی۔

ساڑھے آٹھ بجے اسفند آیا۔ امی نے اس کی بلائیں لیں۔ ارشی اور فری اس کے دائیں بائیں ہوگئیں۔ فیصل زیر لب مسکراتا رہا۔ ماورا کو ارشی دس بجے کے قریب مشکل سے اٹھا کر لائی۔ اب بھی گویا وہ نیند میں جھوم رہی تھی۔ باقی سب اسے دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔ شیریں بیگم بازار تک گئی ہوئی تھیں۔ ماورا کے لیے ضروری چیزوں کی خریداری کرنے۔

ماوا کی آنکھیں پوری طرح کھلیں تو گھر میں نئے چہرے دیکھ کر وہ نروس ہوگئی۔ ارشی کی لمبی قمیض اور شلوار پہنے وہ بہت ہونق لگ رہی تھی۔ پھر کل کے واقعات کا بھی اثر تھا۔ اسفند کی امی نے اسے پاس بٹھالیا۔

''ماشاء اللہ چشم بدور کیسے ناشکرے لوگ ہیں۔'' انھوں نے اس کی تعریف کرنے کے ساتھ کسی کو کوسا تو ماورا چونکی ہوگئی۔

''یا اللہ یہ سب کون ہیں؟ رات کو جب میں آئی تھی تو کوئی نہیں تھا راتوں رات یہ سب زمین سے اگ آئے ہیں کیا یہ ممانی کے بھیجے ہوئے جاسوس تو نہیں ہیں؟'' احمقانہ سا خیال آیا تو وہ خوفزدہ ہوگئی۔ فیصل نے اس کے چہرے سے اندازہ لگا لای کہ وہ کیا سوچ رہی ہے۔ آخر پورا سال اس کی شاگردی کے عہدے پر فائز رہی تھی۔

''ماورا یہ میری نانی و خالہ اور یہ میرے ماموں ہیں اسفند۔'' اس نے اسفند کا تعارف خاص انداز سے کرایا تو ماورا نے یونہی نگاہ اٹھا کر دیکھا سامنے ون پیس صوفے پر بیٹھا ہوا نوجوان اسے گہری نگاہ سے دیکھ رہا تھا جیسے اسے اندر تک پڑھ رہا ہو۔ اس نے فوراً نگاہ ہٹالی۔ اسے الجھن سی ہونے لگی تھی۔ زوبیہ و فیصل اارشی اور فری کی دبی دبی مسکراہٹیں اس کے ہونق پن میں اور بھی اضافہ کر رہی تھیں خدا جانے یہ سب کیوں ہنس رہے تھے۔

وہ اٹھ کر باہر آ گئی۔ اپنے پیچھے اسے فیصل کا زوردار قہقہہ سنائی دیا تو اسے رونا آنے لگا۔ اسے یوں لگا جیسے سب میں وہ نکو بن گئی ہو۔ شاید فیصل نے سب کو بتا دیا تھا کہ وہ اسے شادی کا کہہ رہی تھی۔ اس لیے تو وہ ہنس رہے تھے۔ آخر اسے حماقتیں کیوں ہو جاتی ہیں۔ وہ نئے سرے سے کڑھنے لگی۔

شیریں خالہ واپس آئیں تو اس اس کے دل کو تھوڑی ڈھارس ہوئی۔

''یہاں کیوں بیٹھی ہو اور یہ ارشی کو دیکھو کیسی بے فکری سے شوخیاں بگھار رہی ہے یہ نہیں کہ تمہارے ہاتھوں پر مہندی لگا دے۔ ارے ارشی باہر نکلو۔'' ان کی توجہ ایک وقت کئی سمت میں مرتکز تھی۔

مہندی لگانے کے ذکر پر اس کے کان کھڑ ہوگئے۔ وہ اس کے ہاتھوں میں کیوں مہندی لگانا چاہ رہی تھیں کہیں کل والی بات پر تو نہیں جو اس نے شدت جذبات میں آ کر سر فیصل سے کہہ دی تھی۔ ماورا کے چہرے پر مبہم سے سوالات تحریر تھے۔

شیریں بیگم نے بہ آسانی اس کے اندر کے حالات کو پہچان لیا۔

''بیٹھو ماورا اتنا حیران مت ہو حالانکہ اس وقت تم جن حالات سے گزر رہی ہو اس میں تمہاری حیرانی فطری ہے اگر میری باتیں تمہاری تشفی و تسلی کے لیے ناکافی ہوں تو پھر سب کچھ اوپر والے پر چھوڑ دو۔'' پھر وہ اسے آہستہ آہستہ سب کچھ بتانے لگیں۔

''ان حالات میں تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ تم محفوظ ہو جاؤ ہر لحاظ سے' وقت اس فیصلے کے نتائج کو سامنے لائے گا جو یقیناً مثبت ہوں گے۔ تمہاری ممانی ایک بے حس اور انتقامی ذہن کی عورت ہے اوپر والے کا شکر کرو جس نے تمہاری عزت و جان دونوں بچالیں۔ اب اٹھو فٹافٹ غسل کرو فری تمہارے کپڑے استری کر رہی ہے ارشی آ کے تمہارے ہاتھوں پر مہندی لگائی ہے۔'' وہ اس کے ماتھے پر بوسہ دے کر نکل گئیں۔

ماورا سوچوں کے گرداب میں الجھ گئی۔ اس نئی صورت حال پر اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیسے ری ایکٹ کرے۔ اس نے اپنے دل کو ٹٹولا وہاں نہ کوئی خوشی تھی نہ امید نہ کوئی آس کے جگنو۔ اس کا واسطہ اتنی کڑی آزمائشوں سے پڑا تھا وہ خوشی کا لطف و سرور ہی فراموش کر بیٹھی تھی۔ اس کے اندر سے عزم و حوصلہ یکسر مفقود ہو گیا تھا۔ آج اسے امی بے اختیار یاد آ گئیں کم گو مروت پسند اور آسانی سے سب کچھ شیئر کرنے والی۔ ان کے مقابلے میں ماوا بے باک اور منہ پھٹ اور قدرے ضدی سی تھی۔ کسی کا بھی ادھار نہ رکھنے والی۔ اس کی اسی خصوصیات کی وجہ سے ممانی سعیدہ نے خواہ مخواہ اسے اپنا حریف تصور کرنا شروع کر دیا تھا۔ اسے اپنا دایاں ہاتھ دیکھ کر جھرجھری سی آ گی۔ جہاں ہتھیلی کی افقی سمت میں گہرا زخم بن گیا تھا۔ کل جب اس نے اپنے دفاع کے لیے دایاں ہاتھ آگے بڑھایا تو چھری اسے لگی تھی۔ اس کی نوک ذرا گہرائی تک ہتھیلی میں چلی گئی تھی۔ کل معمولی بینڈیج سے کام چلایا گیا تھا کیونکہ سب اس کی حالت دیکھ کر پریشان ہوگئے تھے۔ ماورا کو کل کے مقابلے میں آج زیادہ تکلیف کا احساس ہو رہا تھا۔ اسے صابن تک نہیں لگایا جا رہا تھا۔ ایسا ہی ایک زخم الٹے بازو پر تھا۔

اس نے زخم بچا کر جسم گیلا کرنے پر اکتفا کیا اور یونہی کپڑے پہن کر نکل آئی۔ ارشی نے اس کا سیدھا ہاتھ اب غور سے دیکھا تو پریشان ہوگئی۔

''میں ابھی امی کو بتاتی ہوں بھائی جا کسی ڈاکٹر کو لے آئے گا۔''

''نہیں بھئی خواہ مخواہ انھیں پریشان مت کرو میں ڈیٹول سے دھو کر سنی پلاسٹ لگا لوں گی بعد میں دیکھا جائے گا۔'' ماورا نے اسے جانے سے روکا اور اسے اپنے پاس بٹھالیا۔

ارشی مسلسل ادھر ادھر کی باتیں کرتی رہی تاکہ اس کے بوجھل دل و دماغ کو کہیں اور طرف متوجہ کیا جا سکے۔ وہ غائب دماغی سے ہوں ہاں کرتی رہی۔ نکاح کے موقعہ پر چھوٹے ماموں اور ذیشان بھی موجود تھے۔ ماوا کو رونا آنے لگا۔ ذیشان اس سے نظریں چرا رہا تھا۔ ماموں نے اسے گلے سے لگالیا۔

''ماورا تم ایک بار ان سب باتوں کو مجھے بتاتی تو سہی تم نے خود کو اتنا لاچار اور بے سہارا سمجھ

CamScanner

لیا تھا کیا۔ میں نے سعیدہ بھابی کی اچھی طرح خبر لی ہے۔" چھوٹے ماموں شرمندہ سے لہجے میں اس کے آگے صفائیاں پیش کر رہے تھے۔

ماورا نے ان کی جھکی جھکی مجرمانہ نگاہوں سے فوراً اخذ کرلیا کہ ان کی سعیدہ ممانی کی کلاس لینے والی بات جھوٹی ہے۔ ان کے سامنے سب کچھ ہوتا رہا اور وہ انجان بنے رہے۔ ماوا نے ان کی مجبوریاں ان کے چہرے کی سلوٹوں سے پڑھ لیں اور ایک گہری سانس لی۔

ذیشان سے ایک لفظ تک نہیں کہا گیا۔ کتنی آرزوؤں کے شیش محل اس کے دل میں چکنا چور ہوگئے تھے۔ اس کی کم نصیبی کہ یہ چاند کسی اور کے آنگن میں اتر رہا تھا۔ حماد بھائی کی فطری خباثت نے اسے اپنی نگاہوں سے گرا دیا تھا۔ اندر سے وہ ایک بزدل اور کم حوصلہ نوجوان تھا اس لیے تو اندر ہی اندر سب سے اسٹینڈ لینے کی سوچتا رہا۔ پھر اپنی سوچوں کو عملی جامہ نہ پہنا سکا نہ ماں کے آگے ان کی زیادتیوں پر ایک لفظ تک کہہ سکا۔ اور حماد سے بھی اندر ہی اندر شکوہ کناں رہا۔

آج ماورا کو دیکھ کر اس کا جی چاہ رہا تھا کہ خود کو شوٹ کر لے۔ یوں شاید اپنی طرف سے سب کی زیادتیوں کا کفارہ ادا کر دے۔ کاش یہ اتنا ہی آسان ہوتا جتنا اس نے سوچا ہوا تھا۔

"ماورا پلیز ہمیں معاف کر دینا۔" یہ کہہ کر وہ رکا نہیں اٹھ کر ان کے گھر سے باہر آ گیا۔ وہ ماورا کا مزید سامنا کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ اس کے رخسار پر آنسوؤں کی ایک لکیر سی بنتی جا رہی تھی۔

"میں مرد ہو کر رو رہا ہوں۔" اس نے خود سے گویا سوال کیا۔

"نہیں میں ماورا کو کھونے پر رو رہا ہوں۔" اس نے شرٹ کی آستین سے آنکھیں رگڑیں۔

سعیدہ ممانی کو شیریں بیگم نے فون کر کے ماورا کے نکاح میں شریک ہونے کی دعوت دی تو چند سیکنڈ کے لیے وہ ہکا بکا ہوگئیں پھر ہسٹریکل ہونے لگیں چیخ چیخ کر وہ ماورا کو گالیاں دے رہی تھیں۔ ان کی بلند کرخت آواز شیریں بیگم کے کانوں کے پردے پھاڑنے لگی تو انھوں نے فون بند کر دیا شکر کہ وہ ماورا کے نکاح پر نہیں آئیں فون پر بھی وہ ماورا کو جان سے مارنے کی دھمکی دے رہی تھیں اگر یہاں آ جاتیں تو جانے کیا ہوتا۔ اچھا کیا جو ماورا وہاں سے نکل آئی جانے وہ جنونی عورت اس کا کیا حشر کرتی اس کا ہاتھ اور زبان روکنے والا بھی تو کوئی نہیں ہے۔" شیریں اپنی والدہ سے آہستہ آہستہ کہہ رہی تھیں وہ افسوس سے ماورا کا متفکر چہرہ دیکھ رہی تھیں چچ چچ کی آواز بے اختیار ان کے منہ سے نکل رہی تھی وہ پرانے وقتوں کی سادہ مزاج مخلص خاتون تھیں انھیں ماورا سے سچ مچ ہمدردی ہوگئی تھی۔

نکاح کے بعد ماورا کے ماموں بھی چلے گئے۔ شیریں بیگم دوبارہ بازار گئیں۔ ماورا کے لیے ریڈی میڈ سوٹ لینے۔ اس دوران فیصل کو پوری طرح بولنے کا موقع مل گیا۔ آج اسے اسفند سے کوئی جھجک نہیں آ رہی تھی۔

"ماموں یہ ماورا بہت نالائق ہے ایمان سے پڑھائی کے دوران میرا سر کھا جاتی تھی اتنا زیادہ بولتی ہے کہ بس۔ اس کے لگائے گئے پودوں میں بیگن کی جگہ آلو اور کریلے کی جگہ دھنیا اگ آتا ہے۔ ویسے آپس کی بات ہے ماورا کے لگائے گئے پودوں میں گھاس پھونس زیادہ اگتا ہے مجھے تو سوچ سوچ کر ہول اٹھ رہے ہیں کہ آپ ماورا نامی حسن کے ایموشن ڈپو کو کیسے سنبھال پائیں گے۔" وہ سنجیدہ سی شکل بنائے مسکراہٹ دبا کر کہہ رہا تھا۔

اسفند اس کی شرارت بھانپ گیا۔

"بڑوں بڑوں کو سدھارا ہے اخلاقیات کی الف ب سکھائی ہے پھر یہ بوجھ زبردستی آپا نے میرے سر منڈھ دیا ہے اٹھانا تو پڑے گا۔ تمھیں کیا بتاؤں آپا نے مجھے کون کون سی قسمیں دی ہیں اتنے فوائد گنوائے ہیں کہ شمار نہیں اگر میں اس لڑکی سے شادی کر لوں تو مجھے دنیا ہی میں جنت کی بشارت مل جائے گی۔ میری عاقبت سنور جائے گی وغیرہ وغیرہ جس طرح تم بتا رہے ہو تب تو یہ محترمہ اتنی قابل رحم نہیں ہیں۔" وہ اسی کے اسٹائل میں بولے تو فیصل مسکرانے لگا۔

"انتہائی احمق ہے یہ ماورا کتنی بار ذیشان کو میرے سامنے بلیک میل کیا ہے اس نے۔ چند گنے چنے لوگوں سے بہت محبت و توجہ وصول کی اور اب اس کی قیمت ادا کر رہی ہے۔"

آخر میں فیصل بہت افسردہ ہوگیا۔

"ماورا میں لوگوں کو سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے وہ ان سے ڈیل نہیں کر سکتی اسے عقل کی پہلی سیڑھی پر پہنچنے کے لیے کچھ عرصہ درکار ہوگا ہو سکتا ہے کبھی کبھی آپ کو احساس ہو کہ ماورا آپ کی آئیڈیل ہمسفر نہیں ہے پر میں یہ دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ بہت خالص اور کھلے دل کی ہے اپنی ہر چیز میں دوسروں کو شریک کر لیتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر آپ نے دوسری تیسری شادی بھی کر لی تو ماورا انھیں بھی اپنی راجدھانی میں شریک کر لے گی۔" کہہ کر وہ خود ہی ہنس پڑا

"کبھی اس کی عادتوں اور لاپروائیوں پر میں کڑھا کرتا تھا پر آج مجھے اس پر ترس آ رہا ہے۔ وہ بالکل مجھے ارشی فری کی دوسری تصویر لگ رہی ہے۔ آپ ٹھہرے پنکچوئل اور ڈسپلنڈ بندے اور ماورا......" فیصل سر جھکا کر سوچنے کی اداکاری کرنے لگا تو اسفند نے اسے دھپ لگائی۔

"یہ تم اس کی حمایت کر رہے ہو یا تنقید؟"

"نہ حمایت نہ تنقید ماورا ہمارے گھر آ گئی ہے آپ سے اس کا نیا تعلق استوار ہو چکا ہے اس کا اس بھری دنیا میں کوئی نہیں ہے یعنی مضبوط حمایتی اور اب میں ماورا کا بھائی ہوں جس طرح ارشی فری کا بھائی ہوں آپ کی کمپنی میں وہ بہت جلد سمجھدار ہو جائے گی اس لیے کچھ عرصے تک اسے اپنی بنیاد مضبوط کرنے کا حق ضرور دیجیے گا۔" وہ کتنا مدبرا اور حساس لگ رہا تھا۔ اس لڑکی کے لیے جس کے ساتھ کچھ گھنٹے پہلے تک اس کا کوئی رشتہ نہیں تھا۔

"تم بھی آپا کی طرح بول رہے ہو کمال ہے وہ بھی مجھ سے یہی کہہ رہی تھیں تم سب کو کوئی شکایت نہیں ہوگی ماموں ہوں تمہارا میری کوئی فکر نہیں ہے اور اس لڑکی ماورا کے لیے سارا گھر پریشان ہے اب اتنا ناقابل اعتبار ہوگیا ہوں میں۔"

"ارے نہیں ماموں آپ سے بڑھ کر کون ہے؟" فیصل نے محبت سے اپنے بازو اسفند کے گرد حمائل کر دیے۔

شام کے بعد ماورا اسفند کے گھر آ گئی اس کے ساتھ زوبیہ اسفند کی والدہ صغیرہ اور شیریں کے ساتھ ارشی فری بھی تھیں۔ انھوں نے مل جل کر جھٹ پٹ اسفند کے کمرے کو درست کیا۔ شیریں بیگم نے کچن سنبھال لیا وہ رات کے لیے کھانا بنا رہی تھیں۔ ارشی فری اور زوبیہ کام کرنے کے ساتھ ساتھ اس ہنگامی شادی پر بھی اظہار خیال کر رہی تھیں۔

ماورا کو فی الحال ٹی وی لاؤنج میں بٹھایا گیا تھا۔ ارشی ٹی وی آن کر گئی تھی۔ پی ٹی وی سے میوزک کا پروگرام آن ایئر تھا۔ وہ غائب دماغی سے اسکرین کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اسفند کی والدہ ابھی ابھی اس کے پاس سے اٹھ کر گئی تھیں عشاء کی نماز پڑھنے۔ اسفند بھی وہی لاؤنج میں آ گیا۔ آہٹ پر ماورا اپنے خیالوں کی دنیا سے باہر آ گئی۔ ٹی وی اسکرین کو دیکھنے کے بجائے منہ نیچے کر لیا اور گود میں رکھے ہاتھوں کی انگلیاں چٹخانے لگی۔ خواہ مخواہ سیدھے ہاتھ میں درد ہو رہا تھا ہتھیلی پر بینڈ ایج تھی۔ اسفند کی آمد سے اس پر

CamScanner

گھبراہٹ غالب آ گئی۔

اسفند شاید اس کی گھبراہٹ سے حظ اٹھا رہا تھا کیونکہ اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ اس احساس نے ماورا کو گھبراہٹ کے بجائے غصے میں مبتلا کر دیا۔

''لو بھلا ہنسنے کی کیا تک میں کارٹون لگ رہی ہوں؟'' وہ یہی سوچ سکی۔

اسفند کی والدہ نماز پڑھنے کے بعد آئیں تو ماورا کو بڑی تسلی ملی۔ اب تک وہ اسے بڑی محبت سے پیش آ رہی تھیں۔ ان کے نحیف و نزار وجود میں اسے نانو امی کی جھلک نظر آئی تھی۔

رات کو کھانا بنانے کے بعد شیریں بیگم نے واپسی کا قصد کیا۔ ارشی یہیں تھی۔ فری ماں کے ساتھ واپس چلی گئی۔ ماورا نے چند لقمے زبردستی زہر مار کیے۔ بالکل بھوک نہیں تھی۔ صغیرہ بیگم اس کی ساس، اس کے ساتھ اسفند کے کمرے میں آ ئیں۔ پھر وہ تو جلدی سونے چلی گئیں البتہ زوبیہ اور ارشی کافی دیر بیٹھی باتیں کرتی رہیں۔

اسفند رات گئے کمرے میں آیا تو زوبیہ نے ارشی کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔ ارشی اٹھی زوبیہ بھی اٹھنے لگی، ماورا نے مضبوطی سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''پلیز نہ جائیں۔'' اس کی ملتجی غلافی آنکھوں میں ننھے ننھے آنسو چمکنے لگے تھے۔ زوبیہ وہیں کھڑی رہ گئی۔ اسفند کپڑے بدل کر آیا تو زوبیہ کو شرمندگی نے آن گھیرا۔ وہ کتنی بار ماورا سے ہاتھ چھڑا کر باہر نکلنے کی کوشش کر چکی تھی۔ پر اسے ناکامی ہوئی تھی۔ غصے کے ساتھ ہنسی بھی آ رہی تھی۔ اسفند ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑا تھا زوبیہ نے ہاتھ چھڑا لیا۔ اس کے ہاتھ میں گیلے پن کا سا احساس ہوا تھا۔ زوبیہ نے دیکھا تو ہلکی سی چیخ ماری۔

''خون......''

''کیا ہوا؟'' اسفند برش رکھ کر پلٹا۔

ماورا کے زخم کا منہ کھل گیا تھا۔ اسی میں سے خون نکل رہا تھا۔ وہ گھٹ گھٹ کر رو رہی تھی جانے ہاتھ سے خون نکلتے دیکھ کر یا کسی اور وجہ سے۔ زوبیہ کو روکنے کی کوشش میں یہ سب ہوا تھا۔

''زوبیہ کچن کی نچلی کیبنٹ میں کاٹن رول پڑا ہوا ہے ساتھ فرسٹ ایڈ کی دوسری چیزیں بھی ہیں البتہ زخم پر لگانے والی دوا فریج میں ہے فٹافٹ لے آؤ۔'' زوبیہ کے برعکس وہ بالکل بدحواس نہیں تھا۔

ماوا کے رونے میں بھی تیزی آ گی تھی۔ بلکہ اب تو تواتر سے وہ سسکیاں لے رہی تھی۔ زوبیہ ساری چیزیں پکڑا کر چلی گئی۔

''اب صبح آؤں گی۔'' وہ ماورا کے کان میں کہہ کر گئی اسفند نے بڑی توجہ سے اس کی ہتھیلی کو دیکھا وہ گھٹنوں میں منہ دے کر بیٹھی ہوئی تھی جہاں سے وقفے وقفے سے سوں سوں کی آوازیں برآمد ہو رہی تھیں۔

بینڈیج کر کے وہ فرسٹ ایڈ باکس اٹھا کر باہر گیا تو ماورا نے گھٹنوں سے منہ اٹھایا۔ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے وہ اٹھی اور ڈریسنگ روم گھس گئی۔ زرق برق کپڑوں سے جان چھڑائی۔ دوسرے کپڑے پہنے جو پہلے سے وہاں موجود تھے آدھی آستینوں والی قمیض اور تنگ پائنچوں والی شلوار میں اس نے خود کو دھیرے دھیرے پرسکون ہوتا محسوس کیا۔

اب ڈریسنگ روم سے باہر آتے ہوئے اسے عجیب سی گھبراہٹ آ رہی تھی۔ آخر کتنی دیر وہاں گزاری جا سکتی تھی اتنی عجب سی صورت حال سے اس کا پالا پڑ گیا تھا۔ تین دن میں کتنے رنگ بدلے تھے اس کا ذہن ابھی تک ماؤف تھا۔ اس نے بڑی آہستگی کے ساتھ دروازہ کھولا۔ ہلکی سی چرچراہٹ کی آواز آئی وہ دم سادھے وہیں رک گئی۔ بیڈ روم کی لائیٹ بند تھی زیرو بلب کی نیلگوں روشنی سے کمرہ بڑا خاموش اور پرسکون لگ رہا تھا۔ بیڈ کے ایک سرے پر لیٹے وجود میں اس وقت اسے جنبش تک محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ چوروں کی طرح دبے پاؤں چلتے ہوئے وہ بیڈ کے قریب آئی کچھ دیر کھڑی شک آمیز نگاہوں سے کروٹ بدلے اسفند کو دیکھتی رہی اور پھر آہستگی سے خود بھی دراز ہو گئی۔ وہ بالکل سرے پر تھی اس پوزیشن میں کہ ذرا سا دھکا لگنے پر نیچے جا پڑتی۔ پھر اسے گویا یکدم کرنٹ لگا تھا۔ اسفند کروٹ بدل چکا تھا۔

''ادھر یہاں وہاں اتنے دور لیٹنے کی کیا تک بنتی ہے؟'' ماورا کو اس کے سونے کی اداکاری پر بہت تاؤ آیا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے مردہ دم سادھے پڑا ہوا اور اب مسکراتی ہوئی آنکھوں میں نیند کا شائبہ تک نہ تھا۔

''وہ...... وہ دراصل میری بازو درد کر رہی ہے۔'' وہ بے ربط سے انداز میں بولی۔

''کہاں کہاں زخم ہیں مجھے بھی تو بتائیں؟'' اس کی فرمائش پر ماورا کو رونا آنے لگا۔ بڑی مشکل سے بازو ان کے سامنے کیا۔

'ارے یہ تو خاصا گہرا زخم ہے آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا ذرا سی بے توجہی سے بگڑ سکتا ہے کل سب سے پہلا کام یہ کرنا ہے آپ کو لے کر ڈاکٹر کے پاس چلیں گے۔'' اسفند کا لہجہ تشویش سے بھرا ہوا تھا۔ ماورا کو اس کی یہ فکرمندی اچھی لگی۔

''اب میں سو جاؤں؟'' وہ معصومیت سے بولی تو اچانک اسے کیسا تحفظ کا حساس ملا تھا۔

''اپنے زخموں کے بارے میں بتا کر ہمدردی حاصل کرنا چاہ رہی ہیں بہرحال سو جائیں۔'' اسفند دوبارہ اپنی جگہ واپس چلا گیا۔

تین دن کے بعد صغیرہ بیگم بہو بیٹے کو لے کر اپنے آبائی گاؤں آ گئیں۔ یہاں آ کر انھیں ساری باقی رسومات پوری کرنا تھیں اور اسفند کے ولیمے پر ساری برادری کو دعوت دینی تھی۔

ماورا کو اس وی آئی پی ٹریٹمنٹ پر بڑا لطف آیا۔ اسفند کو صرف تین دن کی چھٹی ملی تھی چوتھے دن باقی دعوتیں ادھار پر رکھ کر اسفند ماوا کو ساتھ لے کر پنڈی آ گیا۔ شیریں بیگم اور باقی اہل خانہ بھی ان کے ساتھ ہی آئے۔ شیریں اپنے گھر چلی گئیں ارشی فری اور فیصل تینوں ماموں کے ہاں رک گئے۔

رات دیر تک ہنسی مذاق اور باتوں کا دور چلتا رہا۔ دو بار فریزر میں رکھی آئس کریم کھائی گئی۔

''میں تو سونے جا رہا ہوں تم بے شک یہیں بیٹھے باتیں کرتے رہو۔ میں مزید ساتھ نہیں دے سکتا صبح ڈیوٹی پر جانا ہے۔'' اسفند بازو پر بندھی رسٹ واچ پر نگاہیں دوڑاتے ہوئے بولا۔

ماورا نے ایک ثانیے کے لیے اس پر نگاہ ڈالی اور پھر فوراً ہی گڑبڑا کر دوسری طرف کر لی۔ وہ اس کی شکوہ کناں نگاہوں کا سامنا نہیں کر سکتی تھی۔ اس کے جانے کے بعد فیصل بھی اٹھ گیا۔ وہ تینوں باتیں کرتے کرتے وہیں کارپٹ پر سو گئیں۔

صبح دس بجے کے قریب ارشی کی آنکھ سب سے پہلے کھلی تو دیوار گیر وال کلاک پر نگاہ دوڑاتے ہوئے اسے بے تحاشا شرمندگی نے آن گھیرا۔

''ماموں نے کسی کو بھی نہیں اٹھایا یا اور چلے گئے۔'' وہ متاسف سی تھی۔

فری اور ماورا ابھی تک محو خواب تھیں وہ کچن میں آ گئی۔ چائے کا پانی رکھ کر کرسی پر بیٹھ گئی اور ماورا کے الجھے الجھے سے رویے کے متعلق سوچنے لگی۔ ناشتہ تیار کرنے کے بعد اس نے ماورا سمیت فیصل اور فری کو اٹھایا۔

''لو بھئی سنبھالو اپنا گھر ہم تو اپنے گھر جا رہے ہیں۔'' ارشی نے ناشتہ کرنے کے بعد اعلان کیا تو ماورا پریشان سی ہو گئی۔

''نہیں ابھی مت جاؤ۔'' اس کے ملتجی لہجے پر ارشی کو ہنسی آ گئی۔ انھیں خود امی تین چار روز کے لیے یہاں چھوڑ کر گئی تھیں تا کہ ماورا کسی حد تک سیٹ ہو جائے ساتھ اسے تنہائی کا احساس بھی نہ ہو۔ ارشی نے تو یونہی اسے ڈرانے کے لیے گھر جانے کا کہا تھا۔

''ایک شرط ہے میری اگر مان لو تو میں دو دن اور یہاں رک سکتی ہوں۔''

''وہ کیا جلدی سے بتاؤ؟''

''آج کے بعد تم ماموں کا خیال رکھو گی انھیں تنگ نہیں کرو گی۔'' ارشی سمجھدار لڑکی تھی حتی الامکان محتاط الفاظ کا چناؤ کیا تھا۔

''ارے بھئی میں کسی کو تنگ کرنے کا تصور تک نہیں کر سکتی بس ان حالات نے میرا دماغ ماؤف کر رکھا ہے مجھے اس بات کی سمجھ نہیں آتی کہ میں کس ردعمل کا اظہار کروں۔'' شرمندگی سے بولتی ہوئی ماورا ارشی کو بہت پیاری لگی۔

''اپنے دماغ کو ٹھنڈا رکھو اور عقل استعمال کرو تمہاری شادی کو چھ روز ہو گئے ہیں پر اس دوران میں نے نوٹ کیا ہے کہ تم نے خود سے ماموں کو ایک بار بھی مخاطب کرنے کی کوشش نہیں کی ہے۔ میرے ماموں بہت نائس اور ڈیسنٹ ہیں پر تھوڑے سے غصیلے بھی ہیں۔ اپنی نفی کیے جانے پر انھیں غصہ بھی آ سکتا ہے۔'' ارشی اسے سوچوں کے حوالے کر کے خود وہاں سے ہٹ گئی۔

''ہاں ارشی ٹھیک کہتی ہے ان لوگوں نے مجھے پناہ دی۔ احسان عظیم کیا مجھے یہ رویہ زیب نہیں دیتا ہے۔ اسفند کسی غلط فہمی کا بھی شکار ہو سکتے ہیں کمال ہے میرے سب ملنے جلنے والے کہتے ہیں کہ میرے اندر دوسروں کو دوست بنانے کی زبردست صلاحیت ہے اور اسفند تو ارشی کے ماموں ہیں میری ان کے ساتھ شادی ہو چکی ہے۔'' اس نے اس حقیقت کو بنظر غائر دیکھا۔

پھر وہ بڑی دیر وہیں بیٹھی رہی۔

فیصل تو کھانے کے بعد رخصت ہو گیا۔ ارشی اور فری نے تمام کمروں کی سٹینگ تبدیل کی۔ ماورا نے اس دوران کباب اور اسنیکس تیار کر لیے۔ وہ بہت زیادہ گھریلو اور سگھڑ تو نہیں تھی پھر بھی اس کے ہاتھ کے بنے کباب ذائقے میں اچھے تھے۔

دھوپ دیواروں سے ڈھلنے کی تیاریوں میں تھی جب اسفند کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا۔ فری نے گیٹ کھولا۔ ارشی نے اسفند کے آنے کے فوراً بعد چائے بنانے کی تیاری شروع کر دی۔ چائے تیار کرنے کے بعد اس نے سلیقے سے ایک پلیٹ میں کباب رکھے اور ماورا کو ٹرے تھمائی۔

''جاؤ ماموں کو دے آؤ خوش ہو جائیں گے ساتھ کہنا سرتاج میں نے خود چائے بنائی ہے آپ کے لیے۔'' ارشی نے اسے آنکھ ماری تو وہ جھینپ گئی۔

''چائے کہاں لے کر جاؤں؟'' اس کے سوال پر ارشی نے اپنا سر پیٹ لیا۔

''بابا اپنے کمرے میں ہوں گے ماموں ڈیوٹی سے آنے کے بعد آدھا گھنٹہ ضرور آرام کرتے ہیں اسی دوران چائے پیتے ہیں تمھیں بھی اب ان کے معمولات سے آگاہ ہو جانا چاہیے۔''

''اوکے...... اوکے۔'' اس نے فوراً سر ہلایا اور جلدی سے ٹرے اٹھا لی۔

اسفند کمرے میں موجود نہیں تھا واش روم سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ ایک لمحے کے لیے اس کا جی چاہا کہ سب کچھ چھوڑ کر باہر نکل جائے۔ پھر دماغ نے سمجھایا پورے پانچ منٹ اس نے دل جمعی کے ساتھ انتظار کیا۔ اسفند واش روم سے نکلا تو اسے دیکھ کر ٹھٹھک سا گیا۔

''السلام علیکم۔'' ماورا کا لہجہ اتنا مودبانہ تھا کہ اسفند کی ہنسی لبوں پر آ کے دم توڑ گئی۔

''موسم کتنا اچھا ہو رہا ہے...... ہے ناں؟''

شاید بے حد نروس تھی جبھی اتنی بے تکی بات اس کے منہ سے نکلی تھی، حالانکہ شدید حبس سے چرند پرند کے ساتھ انسان تک عاجز آئے ہوئے تھے اور وہ کہہ رہی تھی موسم کتنا اچھا ہو رہا ہے۔

''آپ کہتی ہیں تو اچھا ہی ہوگا۔'' اسفند نے وارڈروب سے کپڑوں کا ہینگر باہر نکالتے ہوئے کہا۔

''آپ پہلے چائے پی لیں۔'' وہ مستعدی سے بولی۔

''ٹھیک ہے۔'' اس نے ہینگر بیڈ پر رکھ دیا۔ ماورا نے ایک پیالی میں چائے ڈالی اور اسفند کی طرف بڑھائی۔

''کمال ہے میں اکیلا چائے پیوں آپ بھی پیجیے۔''

''پر مجھے چائے پینے کی عادت نہیں ہے میں صرف صبح کے وقت پیتی ہوں۔''

''اب آپ کو میرے ساتھ چائے پینے کی عادت ڈالنی پڑے گی۔'' ماورا نے خاموشی کے ساتھ اپنی پیالی میں چائے انڈیلی۔

''اب آپ کے زخموں کا کیا حال ہے؟''

''ڈاکٹر نے جو میڈیسن تجویز کی تھیں انھیں استعمال کرنے کے بعد حیرت انگیز طور پر یہ بہت جلدی میں ٹھیک ہو گئی ہوں اب صرف بازو کا زخم تھوڑی تکلیف دیتا ہے۔'' اس نے ہلکے ہلکے چائے کے سپ لیتے ہوئے بتایا۔

''یہ تو اچھی بات ہوئی کہ آپ کے زخم بھر گئے ہیں میرا خیال ہے اب مجھے آپ جناب کا تکلف چھوڑ دینا چاہیے۔'' ماورا نے فوراً سر ہلایا تو وہ ہنسنے لگا۔

وہ چائے کی پیالی رکھ کر بڑی خاموشی اور دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ماورا کو گھبراہٹ نے آن گھیرا۔ وہ اپنے ہاتھ مروڑنے لگی۔

یا اللہ یہ سر فیصل کے ماموں کیسے خوفناک

ہیں...... میں چائے والے برتن رکھ آؤں۔''

''ہوں۔'' اسفند کی مبہم سی ہوں پر اس نے سکون کا سانس لیا۔

ارشی نے جانے کس وقت فیصل کو فون کر دیا تھا۔ اب وہ دونوں بہنوں کو لینے آیا ہوا تھا۔

''کل پھر آؤں گی کپڑے بھی نہیں لائی تھی پھر امی کو کام کا مسئلہ ہوتا ہے۔'' اسفند نے انھیں رکنے کا کہا تو ارشی نے جواب دیا۔

فیصل انھیں لے کر چلا گیا۔ ماورا نے کچن میں آ کر جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ ارشی سالن پکا کر گئی تھی۔ روٹیاں ہاٹ پاٹ میں تھیں۔ دو قسموں کے کباب بھی فریزر میں موجود تھے۔ ماورا کو اس کی حد درجہ اپنائیت پر پیار آ گیا۔

''آپ کے لیے کھانا لاؤں؟'' اس نے ٹی وی میں مگن اسفند سے پوچھا۔

''میں کچن میں ہی آ کر کھا لوں گا تم نکالو۔'' اسفند نے بے تکلفی سے تم کا تخاطب استعمال کیا۔

ماورا کچن میں چلی گئی۔ اسفند اس کے پیچھے آیا۔ ماورا نے بہت کم کھایا اسے اسفند کے ساتھ کھاتے ہوئے عجیب سا لگ رہا تھا۔ کھانے کے بعد اسفند نے اپنی گاڑی نکالی وہ کہیں جا رہا تھا۔ ماورا کو پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی نہ اس نے بتایا البتہ گیٹ بند کرنے کی ہدایت ضرور کی اس نے۔

اسے اکیلے گھر میں بہت ڈر محسوس ہو رہا تھا۔ اسفند دو ڈھائی گھنٹے بعد واپس آیا۔ ساڑھے دس سے اوپر کا وقت تھا۔ اس کے ہاتھ میں بہت سارے پیکٹس تھے۔

''آئی ایم سوری ماورا مجھے دیر ہو گئی اصل میں میں بازار چلا گیا تھا تمہارے لیے کپڑے اور دیگر چیزیں لینے امی اور آپا نے کہا تھا تمہارے لیے گرمیوں کے کپڑے ضرور لوں۔ اب دیکھو میری چوائس کیسی ہے تمھیں ساتھ نہیں لے کر گیا

کہ بہت دیر ہو جائے گی۔"

وہ پیکٹس اس کے ہاتھ میں تھما کر کمرے میں چلا گیا۔ اس کے نظروں سے اوجھل ہونے کے فوراً بعد ماورا نے بے تابی سے تمام چیزیں دیکھ ڈالیں اور خود کو بہت خوش قسمت محسوس کیا۔ اسفند نے اسے بیڈروم سے آواز دی تو وہ اس کے پاس آ گئی۔

"کچھ پسند آیا کہ نہیں سب کچھ؟"

"واقعی آپ کی چوائس اچھی ہے آپ کا بہت بہت شکریہ۔"

"اس میں شکریہ والی کوئی بات نہیں یہ میرا فرض ہے کچھ دنوں کے بعد تم شیریں آپا کے ساتھ بازار جا کر خود شاپنگ کرنا۔" وہ فراخدلی سے بولا تو ماورا اور خوش ہوگئی۔

اسفند تمام دروازوں کو لاک لگا کر اندر آیا تو ماورا سائیڈ ٹیبل پر رکھا پیکٹ اٹھا رہی تھی۔

"ہونہہ یہ نہیں۔" اسفند نے نرمی سے اس کے ہاتھ سے ریپر میں لپٹا پیکٹ لے لیا۔

"البتہ یہ پھول تمہارے لیے ہیں۔" اس نے سرخ گلابوں کا بکے اس کی طرف بڑھایا جس کے ساتھ ننھا سا کارڈ بھی منسلک تھا۔ ماورا شرمندہ سی تھی۔ اسفند اس کے پاس بیٹھ گیا۔

"یہ بھی تمہارے لیے ہے تمہاری رونمائی کا گفٹ ڈیو تھا آج لیا ہے۔" اسفند نے ریپر کھول کر اس کی طرف نازک سا بریسلیٹ بڑھایا۔

"اس وقت اتنی ایمرجنسی تھی کہ کچھ لینے کا ہوش ہی نہیں تھا پھر ہماری شادی نارمل حالات میں ہرگز نہیں ہوئی جو ایسی رسومات کی پروا ہوتی۔" وہ صاف گوئی سے بولا۔

ماورا نے بریسلیٹ وہیں رکھ دیا شاید اسے اسفند کی بات بری لگی تھی۔

پھول اضطراب کے عالم میں اس نے نوچ دیئے تھے اور اب جن دیکھے جا رہی تھی۔

"تو آپ نارمل لڑکی سے نارمل حالات میں شادی کرتے۔" کوشش کے باوجود ماورا کا لہجہ تر ہو گیا تو اسفند کو حیرانی ہوئی۔

"ماورا کیا ہوا ہے؟" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آ گیا۔

"کچھ نہیں۔" اسفند نے ہاتھ اس کے کندھے پر رکھ دیئے تو اسے برقی رو اپنے اندر دوڑتی محسوس ہوئی۔

"کچھ تو ہے جو تم مجھے سات روز سے لفٹ ہی نہیں کروا رہی ہو۔" وہ شوخ ہو گیا۔

"فیصل کہہ رہا تھا ماموں آپ ہی اس حسن کے ایموشن ڈپو کو سنبھال سکتے ہیں۔" وہ اس کی طرف جھکا تو ماورا کی سانس سینے ہی میں اٹک گئی۔ وہ کوشش کے باوجود اسفند کی گرفت سے آزاد نہ ہو سکی۔

"وہ غلط نہیں کہہ رہا تھا۔" اسفند اس کے کان میں بولا۔

"تم واقعی بے بہا حسن کی مالک ہو۔" اس کے گال پر پھول سا کھلا۔

"یہ میری طرف سے خراج تحسین ہے۔" وہ بہکے بہکے لہجے میں بولا تو ماورا اپنی ابھرتی ڈوبتی دھڑکنوں کو سنبھالتی رہ گئی۔

آنے والے دنوں میں اسفند کو اندازہ ہوا کہ ماورا بہت اچھی لڑکی ہے وہ ہمدرد اور حساس ہونے کے ساتھ بہت ڈرپوک اور زندگی کے روشن پہلوؤں پر نظر رکھنے والی تھی۔ اسفند نے پوری ایمانداری سے سینت سینت کر رکھی گئی چاہتیں اس کے حوالے کی تھیں۔ ماورا اپنی قسمت پر نازاں تھی کہ اسفند جیسا مکمل اور بھرپور مردانہ صفات کا حامل اسفند صرف اور صرف اسی کا ہے۔ اس پر صرف اس کا حق ہے۔

وہ اسفند کی بے پایاں محبتیں اپنا حق سمجھ کر وصل کرتی ساتھ وہ اسفند کی عظمت کی قائل بھی جس نے اس کی گذشتہ زندگی کے بارے میں بھی

...ئی سوال نہیں کیا تھا۔ ماموں کئی بار اسے ملنے ...ئے تھے پر وہ کوشش کے باوجود خود کو وہاں ...نے پر آمادہ نہ کر سکی حالانکہ اب تو ممانی اور ...بعد بھی آنے جانے لگیں تھیں کیونکہ چھوٹے ...وں نے ان کی اچھی طرح خبر لی تھی۔

اسفند نے اسے مشورہ دیا تھا کہ تم گھر پر بور ...تی ہو تو مصوری کی کلاسز اٹینڈ کرنا شروع کر دو ...ونکہ ماورا کو فائن آرٹس سے خصوصی لگاؤ تھا پھر ...فند سے کتنی بار شکایت کر چکی تھی کہ وہ گھر اکیلی ...تی ہے۔ شیریں اور باقی گھر والے بھی آتے ...ے تھے پر مگر اتنا فالتو وقت تو کسی کے پاس بھی ...تھا جو ہمہ وقت اس کے پاس رہتا۔

وہ گاؤں سے بھی دو چکر لگا آئی تھی۔ اب ...ر میں تنہائی اسے کاٹ کھانے کو دوڑتی۔ اسفند ...تا تو وہ شکر ادا کرتی اور سارے دن کی روداد ...تی انداز میں اسے سناتی۔ تب ہی اسفند نے ...ے مشورہ دیا کہ وہ گھر سے قریبی انسٹی ٹیوٹ ...صوری کی کلاسز جوائن کر لے۔ وہ بہت خوش ...گھر کا سب کام کرنے کے بعد وہ انسٹی ...ٹ چلی جاتی اور اسفند کی آمد سے کچھ دیر قبل ...آتی۔ اب اسے بوریت کی شکایت نہیں رہی ...۔

اسد نے تیسری بار آنکھیں مل کر غور سے ...شاید یہ اس کی آنکھوں کا وہم تھا پر نہیں وہ ...پیکر پوری آب و تاب سے دلکشی کے ساتھ ...ہاتھ میں پکڑے مصروف عمل تھا۔ سو فیدہ وہ ...ں وہ اعجاز کے گھر جاتا رہتا تھا۔ اس ...ہاں سے اس لڑکی کو دیکھا تھا جو اپنے ٹیرس ...دنیا جہان سے بے خبر دکھائی دے رہی ...پہلی بار ہی تیر نظر اس کے دل کے آر پار ...سے اس کی بابت معلوم کیا تو اس نے ...دیئے۔ اس کے بعد وہ روز اعجاز ...لگا کہ شاید اس کی ایک جھلک ہی نظر آ جائے جب بے تابی دل حد سے سوا ہوگئی تو اسد نے بہادری سے کام لیتے ہوئے اس کے بارے میں اپنے طور پر معلوم کرنے کی کوشش کی۔ اسے کار آمد معلومات حاصل نہیں ہوئیں۔ صرف اس کے نام کے بارے میں پتہ چلا۔

ڈیڈی نے امریکہ میں اپنے بزنس کے معاملات کو نمٹانے کے لیے اسے وہاں روانہ کر دیا۔ وہ جوں توں کر کے پانچ ماہ بعد لوٹ آیا۔ اعجاز کے گھر اب بھی وہ روز جاتا پر اب اس حسینہ کی جھلک خواب ہو کر رہ گئی تھی۔ وہ نی بار اس کے گھر کے سامنے سے گزرا۔ فطری شرافت آڑے آ گئی۔ وہ ایک معزز خاندان کا سپوت تھا اور اس اجنبی لڑکی کی خاطر یوں اسٹریٹ لورز کی طرح گلی گلی گھوم رہا تھا۔ فطرتاً اسد بزدل تھا ماورا کا پیچھا کرنے کا خیال ایک بار بھی اس کے ذہن میں نہیں آیا۔ وہ گھنٹوں سڑک پر گاڑی دوڑاتا شاید وہ کہیں دکھائی دے۔ مگر وہ دوبارہ اسے دکھائی نہیں دی۔ اب مصوری کی کلاسز اس نے کچھ عرصہ قبل جوائن کی تھیں۔ اس کا گوہر مقصود اسے یہاں نظر آیا تھا۔ وہ اب اسے کھونے کے موڈ میں ہرگز نہیں تھا۔ اس لیے تو تمام بزدلی بالائے طاق رکھتے ہوئے اسد نے ماورا کا پیچھا کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس مختصر سے عرصے میں اس نے کتنے خواب دیکھ ڈالے تھے۔ مما اس پر شادی کے لیے دباؤ ڈال رہی تھیں اور وہ مسلسل انکار کیے جا رہا تھا۔ آج اسے یقین ہو گیا تھا وہ اب زیادہ دیر انکار پر قائم نہیں رہ سکے گا۔

اسفند ماوا کے ساتھ شیریں آپا کے گھر آیا تو سب ان کے رکنے کا اصرار کرنے لگے۔ ماورا مان گئی پر اسفند نے سہولت سے انکار کر دیا اور اسے بھی آنکھیں دکھائیں جو ملتجی سے انداز میں اسے کہہ رہی تھی میں یہیں رہوں گی۔ اسفند اس کے اشاروں کو نظر انداز کرتے ہوئے واپسی کا قصد کیا

CamScanner

تو اس کا منہ پھولا سا تھا۔

گھر داخل ہوتے ہی اس نے پرس صوفے پر اچھالا اور اوندھی لیٹ گئی جو اس کی واضح خفگی کا اظہار تھا۔ وہ آہستہ آہستہ رو رہی تھی۔ اسفند نے اس کا رخ اپنی طرف موڑا تو اس کی آنکھیں پانیوں سے لبریز تھیں۔ ماورا نے اس کے ہاتھ جھٹک دیئے اور دور ہو گئی۔

"میرے ساتھ بات مت کریں ارشی میری اتنی منتیں کر رہی تھی میں نے اسے رکنے کا وعدہ کیا تھا اور آپ......" مارے رنج کے اس کی آواز بھرا گئی۔

"تم وہاں رک جاتی تو میرا کیا ہوتا؟" اسفند نے مسکراہٹ دبا کر کہا۔

"میں تمہارے بغیر ایک پل بھی نہیں رہ سکتا۔"

"وہ جو آفس میں اتنے گھنٹے گزارتے ہیں؟" وہ چمک کر بولی اور پھر دھڑام سے بیڈروم کا دروازہ بند کر کے نکل گئی تو اسفند سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

وہ کچھ دیر انتظار کرتا رہا کہ شاید وہ آ جائے مگر آدھ گھنٹہ گزر جانے کے باوجود اس کے آثار نظر نہیں آ رہے تھے۔ آخر ناک کو رگڑتی سوں سوں کرتی وہ آ ہی گئی۔ چہرہ لال بھبوکا ہو رہا تھا۔ اس نے بیڈ سے تکیہ اٹھایا اور واپسی کے لیے مڑی۔ اسفند نے اس کا دوپٹہ پکڑ کر کھینچا تو اپنی جھونک میں وہ گرتے گرتے بچی۔ تکیہ بھی ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

"لڑائی لڑائی ختم۔" اسفند نے سیز فائر کا اعلان کیا۔

"صرف ایک شرط پر۔"

"کون سی......؟"

"آپ مجھے اگلے ہفتے ارشی کی طرف لے جائیں گے میں دو دن رہوں گی وہاں۔"

"ٹھیک ہے اگلے ہفتے دیکھا جائے گا۔"

"یہ فاؤل ہے۔" ماوا نے منہ پھلا لیا۔

"ماورا سچ مچ میں تم سے اب دور نہیں رہ سک... اتنی مختصر سی مدت میں تم نے مجھے اپنا عادی بنا... ہے تم سے دوری کا تصور میرے لیے بہت تکلیف دہ ہے تم میرے روم روم میں بس گئی ہو مجھ سے ناراض مت ہوا کرو تم سے پہلے کسی کو چاہا نہیں ناں اس ذائقے سے پہلی بار آشنا ہوا ہوں۔" اسفند کے لہجے میں سچائی جھلک رہی تھی۔

ماورا نے ایک نظر اسفند کی طرف دیکھا اس ایک نظر میں فخر اور ناز سمٹ آیا تھا۔ وہ شرما... شرمائی سی بڑی پیاری لگنے لگی۔

کوئی بڑی تیزی سے پیچھے بھاگتا ہوا اس سے ٹکرایا وہ گرتے گرتے بچی۔ اس کے ہاتھ سے پرس چھوٹ کر نیچے جا گرا اسے سخت غصہ آیا جانے کون جنگلی تھا جسے کچھ نظر ہی نہیں آ رہا تھا۔ ٹکرانے والی کی طرف مڑی جو معذرت طلب نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"ایم سوری مس۔" وہ خوش پوش وا اسمارٹ نوجوان کہیں سے بھی جنگلی نہیں لگ رہا تھا۔

"بھلا یہ کیا طریقہ ہے بھاگنے کا کم از کم انسان اپنی آنکھوں سے کام لے۔" اس کا لہجہ... تھا۔

"میں نے کہا ناں میں بہت شرمندہ ہوں۔" اسد کو معذرت کے لیے الفاظ ہی نہیں مل رہے تھے۔ حالانکہ یہ سب کچھ اس نے جان بوجھ کر کیا تھا۔ ماورا اس کی سوری کو نظر انداز کرتی ہوئی نکل گئی۔

دوسرے دن ماورا انسٹی ٹیوٹ آئی تو وہی نوجوان اندرونی گیٹ پر کھڑا تھا۔

"السلام علیکم میں جمی یہیں مصوری سیکھ رہا ہوں اصل میں اپنی کل والی شرمندگی کم کرنے کے لیے میں نے سوچا کہ تلافی کے لیے کوئی تو طریقہ اختیار کیا جائے سو یہ پھول حاضر ہیں۔"

اس نے بکے ماورا کی طرف بڑھایا۔ سب اسٹوڈنٹس انہیں دیکھ رہے تھے ماورا نے خاموشی سے وہ بکے لے لیا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس ذرا سی بات کا افسانہ بن جائے۔ وہ اپنے کام سے کام رکھتی تھی۔ کلاس میں اس نے کسی سے رسمی سی بھی علیک سلیک نہیں رکھی تھی اور یہ لڑکا۔" وہ سر جھٹک کر ایزل پر لگی ادھوری تصویر کی طرف متوجہ ہو گئی۔

اسد چور نگاہوں سے اس کے دلکش سراپے کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ پہلے سے بھی بڑھ کر حسین اور ترو تازہ نظر آ رہی تھی۔ اس کے سراپے میں کوئی انوکھی سی بات تھی جو فی الحال اسد کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی وہ ہلکے انگوری رنگ کے سوتی کپڑوں میں ملبوس بہت جاذب نگاہ لگ رہی تھی۔ اس کے اندر دوسروں کو متوجہ کرنے والی بے اختیاری کشش تھی۔ وہ سر جھکائے اپنے کام میں مصروف ہوتی جبکہ دوسری بہت سی نگاہیں اسے ٹٹول رہی ہوتیں کچھ کے سینے سے بے اختیار ٹھنڈی آہیں نکل جاتیں۔ ماورا جان کر بھی انجان بن جاتی اسے اچھی طرح معلوم تھا بہت سے دل پھینک نوجوان اسے پیاسی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

اس انسٹی ٹیوٹ میں بہت سے شعبے تھے جہاں لڑکے لڑکیوں کو بہت سے ہنر سکھائے جاتے جن میں کوکنگ، فلاور مکینگ، ٹیکسٹائل ڈیزائننگ، گلاس پینٹنگ، موسیقی اور جانے کیا کچھ شامل تھا۔ عمارت بہت وسیع قطعہ زمین پر تعمیر کی گئی تھی۔

اسد کسی طرح ماورا سے راہ و رسم بڑھانے کی فکر میں تھا۔ مگر ابھی تک بات سلام دعا سے زیادہ آگے نہیں بڑھی تھی۔ ماورا کا لیے دیے رہنے والا انداز اسد کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر رہا تھا۔ ماورا کا گھر تو وہ دیکھ آیا تھا۔ اس نے اپنے اثر و رسوخ کو کام میں لاتے ہوئے ماورا کا فون نمبر بھی معلوم کر لیا۔

اسفند بیڈروم میں ایک اہم کیس کی فائل کو دیکھ رہا تھا جب سے وہ ڈیوٹی سے آیا تھا تب سے اس فائل کو لے کر بیٹھا ہوا تھا۔ ماورا نے کھانے کا پوچھا تو اس نے انکار کر دیا اور بیڈروم میں بند ہو گیا۔ ماورا نے مجبوراً اکیلے کھانا کھایا۔ بوریت کے ساتھ اس نے نو بجے والی خبریں سنیں اور کچن میں آ کر کھانے والے برتن دھوئے۔ پھر لان میں آ گئی۔ چند منٹ ٹہلنے کے بعد اس کی طبیعت اچاٹ ہو گئی وہ اندر آ گئی اور دھیرے سے دروازہ کھولا اسفند ہنوز اسی فائل میں گم تھا فون اس کے پاس پڑا ہوا تھا۔ کمپیوٹر بھی اٹھا کر وہ یہیں لے آیا تھا۔

"ماورا پلیز تمام دروازے اور گیٹ بند کر دینا میں دیر تک مصروف رہوں گا۔" وہ مصروف سے انداز میں ایک نگاہ اس پر ڈال کر بولا اور دوبارہ فائل اور کمپیوٹر کے روشن مانیٹر کی طرف متوجہ ہو گیا۔

ماورا وہیں سے پلٹ گئی۔ غصے سے پورا زور لگا کر گیٹ بند کر دیا اور ٹی وی لاؤنج میں آ گئی۔ صوفے پر سر کے نیچے کشن رکھ کر دراز ہو گئی۔ اسے بہت غصہ آ رہا تھا یوں لگ رہا تھا جیسے اسفند نے اسے نظر انداز کر کے بڑا جرم کیا ہو۔ کتنی دیر بعد کھولتے سوچتے دماغ کے ساتھ وہ نیند کی وادیوں میں اتر گئی۔ اسفند کے خلاف بے پناہ شکوے شکایات کا انبار لے کر۔

اسفند نے ڈیڑھ بجے کے قریب کمپیوٹر آف کیا۔ حقیقتاً وہ بے پناہ تھک چکا تھا ذہنی ورزش نے اس کے اعصاب کو تھکا دیا تھا کتنی دیر کرسی کی پشت سے سر ٹکائے وہ آنکھیں موندے پڑا رہا۔

وہ کرسی پیچھے کر کے اٹھا۔ جہازی سائز بیڈ پر ماورا موجود نہیں تھی اسے جھٹکا سا لگا کام کے دوران اسے ایک سیکنڈ کے لیے بھی ماورا کا خیال نہیں آیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ دروازے بند

کرنے کے بعد وہ یہیں آ کر سوگئی ہوگی۔ اسے ٹی وی لاؤنج میں سوتے دیکھ کر اسفند کے سینے سے ایک پرسکون سانس برآمد ہوئی۔

اس نے کھڑے کھڑے جھک کر ماورا کے بالوں میں انگلیاں پھنسا کر اس کا سر ہلایا تو ہمیشہ سے نیند کی کچی ماورا کی آنکھ ایکدم کھل گئی۔ اسفند کو سر پر کھڑے دیکھ کر اسے اپنی تمام خفگی یاد آ گئی اور اس نے اس کے ہاتھ پرے جھٹک دیئے۔

''اندر سوؤ یہاں کیوں پڑ گئی ہو؟''

''میری مرضی جہاں دل چاہے سوؤں۔''

اس کے انداز میں نخوت وغصہ تھا۔

''اچھا بھئی تمہاری مرضی میں تو اپنے بیڈروم میں سونے جا رہا ہوں ویسے یہ بتا دوں کہ ٹی وی لاؤنج میں کچھ ہوائی چیزوں کا بسیرا ہے تمہیں بتانا میرا فرض ہے میرے ساتھ کئی بار ایسے واقعات ہو چکے ہیں۔'' اسفند مسکراہٹ لبوں میں دبائے اپنے کمرے میں آ گیا۔ اس کے پیچھے ہی بھاگتی ماورا بھی اس نے شولڈر سے اسفند کی شرٹ بھی پکڑ لی تھی۔

''میں اتنی دیر وہاں سوتی رہی اگر مجھے کچھ ہو جاتا تو؟'' ہمیشہ کی بزدل ماورا کے سینے میں دل کی جگہ گویا اس وقت پنکھا چل رہا تھا۔

اسفند مسکراہٹ چھپانے کے لیے کپڑے بدلنے ڈریسنگ روم میں آ گیا۔ ماورا ابھی تک خوفزدہ تھی۔

''ہم اس گھر میں نہیں رہیں گے میں نے ایک میگزین میں ایسے ہی گھر کے متعلق کہانی پڑھی تھی میں یہاں نہیں رہوں گی۔'' ماورا اس کے پاس سمٹی پڑی تھی۔

''ہائے اب کیا ہوگا میرا تو خوف کے مارے دم نکل جائے گا۔'' وہ اس کے دائیں بازو کے گھیرے میں آ گئی۔

بند لرزتی پلکوں کے ساتھ اس سمے اسفند کو سچ مچ وہ ماورائی مخلوق نظر آ رہی تھی۔ خوفزدہ کر کے اسفند کو افسوس ہو رہا تھا۔

''میں نے جھوٹ بولا تھا تمہارے ساتھ۔''

''واقعی......؟'' ماورا نے اپنا سر اوپر اٹھایا۔

''بالکل سچ۔'' اسفند نے دوسرا بازو بھی اس کے گرد حمائل کر دیا۔

''کیوں......؟''

''اس لیے کہ مجھے پتہ تھا تم ناراض ہو اور ضد میں وہیں سوؤ گی۔ ماورا تمہیں اب میری مصروفیات کا عادی ہونا پڑے گا ہو سکتا ہے کہ میں مسلسل کئی راتوں کو گھر سے باہر رہوں دیر سے آؤں میری ساری نارمل روٹین اپ سیٹ ہو جائے تمہیں آج بتا رہا ہوں کیونکہ پولیس لائف میں ایسے اتار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں تم ابھی سے خود کو ذہنی طور پر تیار کر لو۔'' اسفند اس کے بالوں میں دھیرے دھیرے ہاتھ پھیرتا کہہ رہا تھا۔

''آپ کو اگر اتنا مصروف ہو رہنا تھا تو میرے ساتھ شادی کیوں کی تھی آپ کی اتنی بزی لائف میں شادی پلان ہی کیوں کی گئی۔'' وہ بچوں کے سے انداز میں بولی۔

''شادی پلان کر کے نہیں کی جاتی یہ زندگی کا حصہ ہوتی ہے تم سے شادی میری قسمت میں لکھی گئی تھی۔'' ماورا اس کے پاس سے اٹھ گئی اور بالکل بیڈ کے سرے پر لیٹ گئی۔

''مجھے آپ سے محبت کرنی ہی نہیں چاہیے تھی۔'' وہ رو رہی تھی۔ اسفند نے اپنی جگہ لیٹے لیٹے اس کا بازو پکڑا اور اپنی طرف گھسیٹا۔

''کیوں میں تمہاری محبت کے قابل نہیں ہوں کیا؟''

''آپ سے پہلے مجھے محبت کے لفظ سے ٹھیک طرح سے آشنائی نہیں تھی میں نے صرف آپ سے محبت کی ہے اور میں چاہتی ہوں آپ کا سارا وقت میرے لیے ہو آپ ڈیوٹی سے آنے کے بعد کوئی کام مت کریں جس طرح آج آپ اس فائل میں مصروف تھے اور پڑھ رہے تھے انتہائی توجہ سے تو میرا دل چاہا کہ کاش میں بھی وہ فائل ہوتی آپ اتنی ہی توجہ سے مجھے دیکھتے پڑھتے۔'' اس کے بچکانہ ضدی سی حسرت پر اسفند کو ہنسی آ گئی۔

''جانم اب بتاؤں اتنی ہی توجہ سے تمہیں اب نہیں دیکھ رہا ہوں اور تم ہو کہ لفٹ ہی نہیں کروا رہی ہو۔'' اسفند نے اس کی پانیوں سے لبریز آنکھوں میں جھانکا۔

''میری ساری توجہ اور محبت صرف تمہارے لیے ہے۔'' وہ شدت جذب سے بولا۔ اس کی شوخ وارفتہ نگاہوں کی گرمی سے ماوا بوکھلا گئی تو وہ مسکرانے لگا۔

''اب گریزاں کیوں ہو؟'' ماورا نے دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر رکھ لیے۔ اس کی نگاہوں کی گرمی اب اس کے لیے ناقابل برداشت تھی۔

''سنئے کسی روز گاؤں چلیں میرا دل چاہ رہا ہے اماں اور زوبیہ آپا سے ملوں۔'' ماورا کی فرمائش پر اسفند نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔

''میں تو نہیں جا سکتا البتہ تمہیں فیصل کے ساتھ بجھوا سکتا ہوں۔''

''ہاں ٹھیک ہے کتنا مزا آئے گا ناں میں اکیلے رہ کر بور ہو گئی ہوں آپ اتنا لیٹ آتے ہیں اور صبح سویرے دوبارہ نکل جاتے ہیں۔'' اس نے منہ بسور کر پرانا شکوہ دہرایا تو اسفند ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔

فیصل اسفند کی ہدایت پر اسے اسی روز گاڑی لے گیا۔ اس کے ساتھ ارشی بھی تیار ہو گئی تھی۔ مغیرہ اور زوبیہ کی خوشی دیدنی تھی وہ ماورا کو دیکھ دیکھ کر نہال ہو رہی تھیں۔ ماورا کو یہاں رہتے ہوئے بہت مزا آ رہا تھا۔ اس کی ساس جنہیں وہ اب اماں کہنے لگی تھی انہوں نے بتایا کہ زوبیہ کا بہت اچھا رشتہ آیا ہے۔ اسفند آئے گا تو اسے پوچھ کر فائنل کروں گی۔ زوبیہ کے خوشی سے لال چہرے کا سبب اب اس کی سمجھ میں آیا بالآخر اس نے اپنی محبت پا لی تھی۔

زوبیہ کے بڑوں کے شاہ میر کے خاندان والوں کے ساتھ پرانے تنازعات تھے جواب جا کر ختم ہوئے تھے انہی کدورتوں کی وجہ سے انہوں نے اپنی محبت کا راز کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیا تھا۔ بالآخر سات برسوں کے بعد ان کی خاموش محبت جیت گئی تھی اور صغیرہ نے شاہ میر کا رشتہ تنازعات ختم ہو جانے کے بعد قبول کر لیا تھا۔ اب ان کا ارادہ جلد شادی کرنے کا تھا تاکہ اس فرض سے بھی سرخرو ہو سکیں۔

ماورا یہاں بہت خوش تھی اس کی آمد کے بعد سے روز کوئی نہ کوئی اسے ملنے اور دیکھنے کے شوق میں چلا آتا تھا۔ پھر ارشی نے بھی یہاں بہت سی دوستیاں پالی ہوئی تھیں جس کے باعث اماں کے گھر میں میلے کا سا سماں رہتا تھا۔ وہ خود بھی ملنے ملانے کی شائق تھیں۔

تیرہ روز تو پر لگا کر اڑ گئے وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا۔ یہ ستمبر کی آخری تاریخیں تھیں ہلکی ہلکی خنکی بڑی خوشگوار تھی پہاڑی علاقہ ہونے کے باعث رات کو یہاں ٹھنڈک بڑھ جاتی تھی۔ یہ گھر ڈبل اسٹوری تھا اور اس میں تعمیر کے وقت نئے دور کے تقاضوں کو مدنظر رکھا گیا تھا۔

اس وقت زوبیہ ارشی اور ماورا تینوں سنگی سیڑھیوں پر بیٹھی موسم کی خوبصورتی کا مزہ لے رہی تھیں۔ ماورا نے اتنا واضح تاروں بھرا آسمان پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ پہاڑ پر دیئے کی لو کی طرح ٹمٹماتی روشنیاں نگاہوں کو بھلی لگ رہی تھیں۔ یہ دو کمروں کا پورشن باغ کے وسط میں

CamScanner

میر لیا گیا تھا۔ اس کے اردگرد آم اور امرودوں کے باغات کے بعد خاردار تاریں لگائی گئی تھیں۔ اسفند شہر سے جب بھی آتا انہی دو کمروں میں سے کسی ایک میں ٹھہرتا۔ یہاں چھت پر سے بہ آسانی قدرت کی خوبصورتیوں کا نظارہ کیا جا سکتا تھا۔

اس وقت رات دھیرے دھیرے اپنی سحر سامانیوں سمیت یہاں اپنے پر پھیلا رہی تھی۔ جنگلی خودرو پھولوں کی مہک ہوا کے ساتھ ادھر ادھر ڈول رہی تھی۔ ماورا کو اس عالم میں اسفند کی یاد آ گئی۔

"جانے کیا کر رہے ہوں گے مجھے یاد بھی کیا ہوگا کہ نہیں؟" وہ بے کل ہوگئی۔

"کاش وہ میرے ساتھ ہوتے اس وقت اس خوب صورت موسم اور ماحول میں۔" اس نے شدت سے خواہش کی۔

عین اسی وقت سڑک پر کسی گاڑی کی ہیڈلائٹس قریب آتی نظر آئیں اسے اپنے رب پر ٹوٹ کر پیار آیا یہ تو اسفند کی گاڑی تھی۔ زوبیہ اور ارشی نے دیکھتے ہی شور مچا دیا اور اٹھ کر اندر بھاگ گئیں۔ وہ وہیں بیٹھی اتھل پتھل دھڑکنوں کو شمار کرنے لگی۔ اسفند کی دیوانگی اور وارفتہ محبت کا سامنا آسان نہ تھا خاص طور پر اس لیے بھی کہ اس میں اتنے روز کی دوری کی بھی آمیزش تھی۔ آدھا گھنٹہ گزرنے کے باوجود بھی کوئی اسے بلانے نہیں آیا تو اسے رونا آنے لگا۔ کچھ دیر پہلے کا خوبصورت منظر جسے وہ دل ہی دل میں کئی بار سراہ چکی تھی اب اس میں اسے کوئی دلچسپی نظر نہیں آ رہی تھی۔

تبھی آم کے باغات کی نگرانی پر مامور چودہ پندرہ سالہ انور اسے بلانے آیا کہ آپ کو اماں بلا رہی ہیں تو تب ایک سکون کی ٹھنڈی سانس اس کے لبوں سے خارج ہوئی۔

"تم جاؤ میں آ رہی ہوں۔" اس نے بے تاب ہوتے دل کو سنبھالا اور اٹھ کر ہاتھوں سے کپڑوں کی شکنیں درست کیں۔ اندر جانے کے بجائے وہ باورچی خانے میں آ گئی۔ جہاں بیک وقت ارشی اور زوبیہ مصروف عمل تھیں۔

"مل آئی ماموں سے؟" ارشی نے اسے شوخی سے دیکھا تو وہ لال ہوگئی۔

"تمہارے ماموں کوئی سات سمندر پار سے تو نہیں آئے ہیں جو خصوصی طور پر جا کے ملوں۔"

اس نے اسے چڑایا عین اسی وقت اس کے پیچھے رکتے قدموں کی آواز آئی۔ اس نے خوشبو سے پہچان لیا کہ یہ اسفند کے سوا کوئی نہیں ہے۔

"یہ چائے کتنی دیر میں بنے گی؟" وہ اسے نظرانداز کیے ان دونوں سے بولا تو ماورا نے غیر محسوس طریقے سے رخ موڑا۔ گرے رنگ کے شلوار سوٹ میں وہ بہت تروتازہ نظر آ رہا تھا۔

"ماورا تم چائے ڈال کر ماموں کو دو میں بریانی بنانے کے لیے مصالحہ تیار کرلوں۔"

ارشی نے مسکراہٹ لبوں میں چھپاتے ہوئے اسے کہا۔ ماورا کے ہاتھ اسفند کو چائے کی پیالی پکڑاتے ہوئے اولین دنوں کی طرح کانپ گئے تو کچھ چائے پیالی سے چھلک گئی۔

اسفند نے ارشی اور زوبیہ کا لحاظ کرتے ہوئے اسے محض ایک نظر دیکھنے پر اکتفا کیا۔

"آ گئے گھر...... آ گئے سجن پردیسی بلم پردیسی۔" ارشی نے اسے چڑانے کے لیے لمبا اسٹارٹ لیا۔ زوبیہ ہنس رہی تھی۔ ماورا نے جھنجلا کر مکا اس کی کمر میں رسید کیا پر وہ اسے چھیڑنے سے باز نہ آئی۔

"تم کہہ رہی تھی ناں کاش میرا بس چلے تو میں ساری رات سیڑھیوں پر بیٹھ کر اس پر سحر سے نظارے کو دیکھتی رہوں، لو تمہاری خواہش پوری ہوئی ہے ماموں آ گئے ہیں اب بھلے جتنی دیر مرضی وہاں بیٹھی رہنا ماموں کے ساتھ کیونکہ وہ جب بھی آتے ہیں وہاں ٹھہرتے ہیں۔" ارشی سنجیدگی سے مشورہ دے رہی تھی۔

"جاؤ اسفند آرام کرو تھکے آئے ہو اور بہو تم بھی جاؤ۔" اماں کی بات پر اسے ڈھیروں شرم نے آن گھیرا۔

"دیکھا نانی کتنی سمجھدار ہیں۔" ارشی پھر اس کے کان میں منہ گھسیڑ کر بولی۔

اسفند چلا گیا تو وہ زوبیہ کے پاس بیٹھ گئی کچھ دیر بعد ارشی نے زبردستی اسے اٹھا کر اندر بھیجا۔ ماورا نے بالکل عام سے لہجے میں اسفند کو سلام کیا تو وہ بیڈ چھوڑ کر اٹھ گیا۔

"کتنی اسمارٹ ہو تم صرف سلام پر ٹرخا رہی ہو تیرہ دن تیرہ صدیوں کے برابر لگے ہیں مجھے اور تم یہاں آ کر بیٹھ گئی واپسی کا نام ہی نہیں لیا خالی گھر خالی کمرہ مجھے کاٹ کھانے کو دوڑتا تھا کتنی بار رات سوتے میں، میں نے تمہیں اپنے پہلو میں تلاش کیا۔ کل اتوار ہے آج میں جلدی واپس آ گیا گھر صرف کپڑے بدلنے کے لیے رکا اور دیکھ لو اب یہاں ہوں تمہیں ساتھ لے کر کل جاؤں گا۔" وہ اسے دیکھتے ہی بولنا شروع ہوگیا۔

"اور اگر میں نہ جانا چاہوں تو......؟ کیونکہ میرا دل یہاں لگ گیا ہے اماں سے مجھے بہت عقیدت و محبت ہوگئی ہے۔" وہ سنجیدہ سی شکل بنائے بولی۔

"اور اماں کے بیٹے کو جو تم سے محبت ہوئی ہے اس کا کیا بنے گا؟" اسفند نے بازو آگے بڑھا کر اس کا ہاتھ پکڑا تو وہ اس کے سینے سے آ لگی۔

"آئی مس یو۔"

"میں مس کرنے کی ہی چیز ہوں؟" وہ شرارت سے بولی۔ اسفند نے اس کے سارے بال بکھیر دیے۔

"تمہارے انسٹی ٹیوٹ سے چار پانچ بار فون آیا کوئی لڑکی تھی تمہارا پوچھ کر فون بند کر دیتی تم نے اتنی چھٹیاں بھی تو کی ہیں۔"

ماورا سوچنے لگی۔ اس نے اس لڑکی کو اپنا فون نمبر دیا۔ سوچنے پر بار بار اس کے ذہن نے ایک ہی جواب دیا کہ اس نے کسی لڑکی کو اپنا نمبر نہیں دیا جانے کسی لڑکی کے ہاتھ اس کا نمبر کیسے لگ گیا تھا۔ اسفند کچھ کہہ رہا تھا پریشانی میں وہ سن ہی نہیں پائی۔ بار بار ایک سوال دل و دماغ پر ہتھوڑے برسا رہا تھا اسے فون کرنے والی لڑکی کون ہے۔

اسفند نے سونے کے بعد بھی وہ اسی نقطے پر اٹکی رہی۔ وہ اب اتنی حساس ہوگئی تھی کہ ذرا ذرا سی باتوں پر بھی پریشان ہو جاتی تھی۔ اسفند پانی پینے کے لیے اٹھا تو وہ ہنوز جاگ رہی تھی۔

"ماورا کوئی پریشانی ہے۔؟" وہ کروٹ لے کر اس کی طرف دراز ہوگیا۔

"یوں ہی نیند نہیں آ رہی ہے۔" اس نے اسفند کو ٹالا۔

"آؤ میں سلانے کی کوشش کرتا ہوں۔" وہ اسے ساتھ لگاتے ہوئے بولا تو ماورا نے ساری سوچوں کو ذہن سے جھٹک دیا اور سونے کی کوشش کرنے لگی۔

اسد کی نگاہوں میں اسے دیکھ کر روشنی سی بھر گئی۔

"مس ماورا آپ نے اتنے دن لگا دیے۔" اس نے کوشش کی تھی کہ اس کے لہجے سے وارفتگی نہ چھلکنے پائے۔

ماورا کو اس کی یہ بے تابی ایک آنکھ نہ بھائی خواہ مخواہ یہ لڑکا کمبل ہونے کی کوشش کرتا تھا۔

"میں تو پریشان ہوگیا تھا کہ خدانخواستہ

شاید آپ کی طبیعت خراب ہو۔“

”آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ میرے لیے پریشان ہوں۔“ وہ اس کی بات کاٹ کر خشک لہجے میں بولی اور آگے بڑھ گئی۔

اسد کی پیشانی پر شکنوں کا جال سا بن گیا۔ وہ ماورا کے پیچھے لپکا۔

وہ اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ ماورا نے پلٹ کر اسے سخت نگاہوں سے دیکھا اور کلاس روم میں داخل ہوگئی۔

اسفند کے جانے کے فوراً بعد ڈور بیل بجی۔ ماورا گیٹ پر گئی تو کوریئر تھا اس نے رسید پر وصولی کے دستخط کے لیے تو وہ ایک عدد رنگ برنگے پھولوں کا بکے اور کارڈ دے کر چلا گیا۔ ماورا خوش ہوگئی کیونکہ آج اس کی سالگرہ تھی وہ سمجھی کہ شاید اسفند کی طرف سے ہے یہ سب۔ اس نے کارڈ کھولا صاف لکھائی میں ایک غزل لکھی ہوئی تھی:

رنگ خوشبو میں اگر حل ہو جائے
وصل کا خواب مکمل ہو جائے
چاند کا چوما ہوا گلاب سرخ
میں ہوا اور وہ بادل ہو جائے
نرم سبزے پہ ذرا جھک کر چلے
شبنمی رات کا آنچل ہو جائے

آخر میں نام کے بجائے ”اونلی فار یو“ لکھا ہوا تھا۔ مگر یہ ہینڈ رائٹنگ تو اسفند کی ہرگز نہیں تھی۔ عین اس وقت فون کی گھنٹی بجی اس نے ریسیور اٹھالیا۔

”ہیلو۔“ دوسری طرف سے سانسوں کے سوا کوئی آواز نہیں آرہی تھی اس نے کئی بار ہیلو ہیلو کہا دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ اس نے جونہی ریسیور رکھا پھر بیل شروع ہوگئی۔ اب بھی کوئی نہیں بول رہا تھا۔ مسلسل چار بار ایسا ہوا تو وہ خوفزدہ ہوگئی۔

یہ پھول کارڈ اور اب یہ فون۔ جانے کون تھا جو اسے خوفزدہ کر رہا تھا۔ کتنی دیر شل اعصاب کے ساتھ وہ ٹیلی فون کے پاس بیٹھ رہی۔ پھر فون کی گھنٹی بجی تو وہ اچھل پڑی اور ڈری ڈری نگاہوں سے ٹیلی فون سیٹ کی طرف یوں دیکھا جیسے وہ کوئی عفریت ہو۔ اگر یہ عام رانگ کال ہوتی تو وہ خوفزدہ بھی نہ ہوتی پر اس خاموشی کے باعث وہ الجھن میں پڑ گئی تھی۔ پھر اس کے گاؤں جانے کے بعد اسفند کی زبانی کسی نامعلوم لڑکی کی فون کالز کا تذکرہ ان سب نے مل ملا کر اسے انجانے خدشات میں ڈال دیا تھا۔

اب کے دوسری طرف اسفند تھا ماورا کے سینے سے سکون بھری سانس برآمد ہوئی۔

”اتنی دیر سے کیوں فون اٹھایا؟“

”بس ایسے ہی۔“ وہ اندر تک شانت ہوگئی۔

”میں آج شاید جلدی آجاؤں تم تیار رہنا کہیں لانگ ڈرائیو پہ چلیں گے اور کھانا بھی باہر کھائیں گے۔“ وہ بچوں کی طرح خوش ہوگئی۔

اسفند کے آنے کا وقت ہو رہا تھا۔ اس نے نہا کر جلدی جلدی گیلے بال سلجھائے وہ کپڑے نکال رہی تھی جب اسفند واپس آیا۔

”آپ کے لیے چائے بناؤں؟“ وہ برش رکھ کر اس کے پاس آگئی۔ پولیس کی مخصوص یونیفارم میں وہ اسے روز اول کی طرح بہت اچھا لگا۔

”نہیں رہنے دو ابھی میں چینج کرلوں تو گھر سے نکلتے ہیں۔“ وہ آنکھیں موندے موندے بولا۔

”اچھا آپ کے لیے کون سے کپڑے نکالوں؟“

”جو دل کرے نکال دو۔“ وہ یونیفارم بدلنے چلا گیا۔ وہ نہا کر نکلا تو ماورا کپڑے بدل چکی تھی۔

”آپ اتنے اچھے کیوں ہیں؟“ اس نے ٹائی اسفند کے ہاتھ سے لے لی۔

”یہ اتنی تعریف کیوں ہو رہی ہے میری؟“ وہ اس کے ہاتھ سے ٹائی لے چکا تھا۔

”اس لیے کہ آپ ہیں ہی تعریف کے قابل۔“

”ہوں مسکہ پالش بٹرنگ۔“ وہ مسکرانے لگا تو ماورا روٹھ گئی۔

”میں کیوں بٹرنگ کروں گی بس آج آپ مجھے بہت اچھے لگ رہے ہیں۔“

”ویسے اچھا نہیں لگتا؟“

”لگتے ہیں جب کہتے ہیں اماں کے پاس چلیں۔ چلو آؤ شیریں آپا سے مل آؤں۔ سارا دن وہیں رہ لینا اور جب شاپنگ کرنے کا کہتے ہیں۔“ وہ جیسے انگلیوں پر گنواتے ہوئے بولی۔

”شاپنگ میں تمہیں ضرور کراؤں گا آفٹر آل تمہاری سالگرہ ہے اپنی پسند کا گفٹ لینا۔“ وہ گاڑی کی چابی اٹھا رہا تھا جب پھولوں اور کارڈ پر اس کی نگاہ پڑی۔

”یہ کون ہے جو تمہیں برتھ ڈے وش کرنے میں مجھ سے بازی لے گیا۔“ وہ کارڈ اٹھانے لگا۔ ماورا نے اسے کے ہاتھ سے کارڈ جھپٹ لیا۔

”اسفند چلیں ناں دیر ہو رہی ہے۔“ وہ غیر محسوس طریقے سے کارڈ دراز میں ڈال چکی تھی۔

اسفند کے ساتھ وہ اس مشہور ریسٹورنٹ میں پہلی بار آئی تھی۔ اسد نے جانی پہچانی ہنسی کی آواز پر بے اختیار گردن گھما کر اپنے پیچھے والی ٹیبل پر نگاہ ڈالی تو جیسے پھر ہٹانا بھول گیا۔ سلور گرے کپڑوں میں ملبوس بالوں کا اونچا سا جوڑا بنائے ماورا بڑی منفرد لگ رہی تھی۔ اس کے ساتھ وہ جو کوئی بھی تھا اس کی پشت اسد کی طرف تھی وہ اس کی صورت دیکھ نہیں پایا۔ البتہ ماورا کی ہنسی اور نگاہوں سے اس نے اندازہ لگایا کہ ماورا کے ساتھ بیٹھا شخص خاص الخاص ہے۔

وہ اعجاز کے ساتھ اس کی دعوت پر یہاں ڈنر کرنے آیا تھا۔ ماورا اور وہ شخص کچھ دیر کے بعد اٹھے اور باہر والے دروازے کی طرف مڑے تب اسد نے اس کی شکل دیکھی۔ تیس بتیس سالہ وہ نوجوان بہت ڈیشنگ اور سلجھا ہوا لگ رہا تھا۔ ماورا اس کے کندھے سے کندھا ملائے چل رہی تھی۔ اسد کو حسد کی ان دیکھی سی آگ کے شعلے اپنے دل تک پہنچتے محسوس ہونے لگے۔

”آخر اس کے ساتھ یہ کون ہے جس کے ساتھ ماورا اتنی فری ہو رہی ہے۔“ اس نے جلتے بھنتے دل کے ساتھ سوچا۔

کچھ دیر پہلے وہ جس ماحول کو انجوائے کر رہا تھا اب اسے ذرا بھی نہیں بھا رہا تھا۔ ماورا کے جانے کے بعد جیسے کسی چیز میں بھی تازگی نہیں رہی تھی۔

”اعجاز اٹھو چلتے ہیں۔“ اس نے ہکا بکا اعجاز کا بازو پکڑ کر جیسے باہر کی طرف دوڑ لگائی مگر اسے دیر ہو چکی تھی ماورا اور اس کا ساتھی کہیں بھی نظر نہیں آرہا تھا۔

بڑے زور کی آندھی آئی اس کے بعد موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔ ان دونوں کا لانگ ڈرائیو پر جانے کا پروگرام ادھورا رہ گیا۔ ماورا گاڑی میں بیٹھی تھر تھر کانپ رہی تھی کیونکہ یہ سردیوں کی پہلی بارش تھی۔ ایکدم سے ٹھنڈک زیادہ ہوگئی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کسی نے جادو کے زور سے موسم بدل ڈالا ہو۔

ماورا سب سے پہلے گاڑی سے اتر کر اندر بھاگی۔ کوریڈر میں رکھے ٹیلی فون کی گھنٹی مسلسل

بجے جارہی تھی۔

''ہیلو۔'' اس نے بجتے دانتوں کے ساتھ زبان کو بمشکل زحمت دی۔

''آج دیوان ریسٹورنٹ میں آپ کس کے ساتھ تھیں؟'' کسی نے چھوٹتے ہی سرد سے لہجے میں دریافت کیا۔ اس لہجے میں ایک عجیب سا استحقاق تھا۔

ماورا کو ذہن پر بھرپور زور دینے کے باوجود بھی یاد نہ آسکا یہ لہجہ یہ آواز کس کی ہے؟ خوف کی زیادتی سے اس کے اعصاب وائلن کے تاروں کی طرح تن گئے۔

''کون ہو تم اور یہ سوال پوچھنے کا مقصد؟''

''میں آپ کا سب کچھ ہوں سب کچھ۔'' سب کچھ پر زور دے کر کہا گیا اور فون بند کر دیا گیا۔

اسفند اندر آیا تو ماوا کی رنگت ہلدی کی طرح زرد ہو رہی تھی۔ وہ بے دم سی بیٹھی ہوئی تھی۔

''ماورا کیا ہوا ہے؟'' اسفند اس کے پاس بیٹھ گیا۔

''مم...... مجھے سردی لگ رہی ہے۔'' وہ رونا شروع ہو گئی۔

''اٹھو یہاں سے میں تمہارے لیے کمبل لاتا ہوں بستر پر جا کے لیٹو۔'' اسفند پریشان ہو گیا۔ ماورا کو کمبل اوڑھانے کے بعد وہ ڈاکٹر کو فون کرنے کے لیے نکلنے لگا تو ماورا نے اسے روک دیا۔

''پلیز آپ کہیں بھی مت جائیں مجھے ڈر لگ رہا ہے میرا دل گھبرا رہا ہے۔'' اس نے ماورا کے نازک سے ہاتھ میں اپنے ہاتھ کو دیکھا تو رک گیا۔

ماورا کو تیز بخار ہو گیا ساتھ فلو بھی۔ صبح اس کی کیفیت جوں کی توں تھی اسفند آفس نہیں گیا صبح نو بجے کے قریب فون کی گھنٹی بجی تو ماورا نے خوفزدہ نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا۔ اسفند شاید کچن میں تھا وہ بیڈ سے اتر کر فون اسٹینڈ کے پاس آئی۔

''ہیلو۔'' اس کا لہجہ بہت دھیما تھا۔

''میں نے کل پوچھا تھا آپ کے ساتھ ریسٹورنٹ میں وہ کون تھا؟'' وہی آواز تحکم سے سوال کر رہی تھی۔

''میں پوچھتی ہوں آپ ہیں کون اور اس طرح کے سوال کرنے کا حق آپ کو کس نے دیا ہے آئندہ اگر فون کیا تو اچھا نہیں ہو گا۔'' وہ دبی دبی لیکن غصیلی آواز میں بولی۔

''میں ماورا...... میں آپ کا چاہنے والا ہوں یہ آج کی بات نہیں ہے بلکہ ڈیڑھ دو سال پہلے کی بات ہے میں نے آپ کو اپنے گھر کے ٹیرس پر دیکھا تھا تب سے چین غارت ہے۔ میں آپ سے ٹوٹ کر محبت کرنے لگا ہوں اس لیے تو آپ کے ساتھ کسی اور کو برداشت نہیں کر سکتا کسی کو بھی نہیں۔'' اس کا لہجہ آخر میں بہت خطرناک ہو گیا تھا۔

ماورا کو سخت سردی میں بھی پسینہ آ گیا بولنے والا بہت جنونی لگ رہا تھا۔

''دیکھیں میں شادی شدہ ہوں خدا کے لیے میری پرسکون زندگی کو خراب مت کریں خدا خدا کر کے تو مجھے سائبان نصیب ہوا ہے پلیز آپ جو بھی ہیں میرا پیچھا چھوڑ دیں۔'' وہ بھیگے لہجے میں بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

''سنو ماورا میں اسد شاہ بول رہا ہوں اب آپ کا پیچھا کسی صورت بھی نہیں چھوڑ سکتا آپ کی صرف ایک جھلک کی خاطر میں روزانہ اعجاز کے گھر جاتا تھا مصوری کی کلاس اٹینڈ کرنے بھی صرف آپ کی خاطر آتا ہوں بڑی تلاش کے بعد مجھے اپنا گوہر مقصود ملا ہے کیسے دستبردار ہو جاؤں ایک بات کان کھول کر سن لیں۔ کل آپ نے انسٹی ٹیوٹ ضرور آنا ہے ورنہ میں ملنے آپ کے گھر آ جاؤں گا۔ مجھے آپ کے شادی شدہ ہونے کا سن کر ناقابل بیان صدمہ پہنچا ہے اس کے باوجود میری چاہت کی شدت میں کمی نہیں آئی ہے بلکہ اب تو یہ میری انا کا مسئلہ ہے کسی اور نے آپ کو حاصل کیونکر کر لیا یوں لگ رہا ہے جیسے میں انگاروں پر لوٹ رہا ہوں آپ کے اس اسٹوپڈ ہسبنڈ کو تو میں دیکھ لوں گا۔'' وہ دانت پیس کر بولا۔

اسفند کے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔ ماورا نے فق چہرے کے ساتھ فون کریڈل پر رکھ دیا اور پھرتی سے بیل کی آواز بالکل بند کر دی۔ اس کوشش میں وہ ہانپ گئی تھی یوں لگ رہا تھا جیسے چوری کرتے پکڑی جائے گی۔

''ماورا ناشتہ کر لو۔'' اسفند نے ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر اسے بلایا۔

''مجھے بھوک نہیں ہے۔''

''کیوں بھئی بھوک کیوں اڑ گئی ہے اور یہ فون ابھی کس کا آیا تھا؟'' اسفند کا لہجہ بہت عام سا تھا مگر بذات خود اس کے دل میں خوف چھپا ہوا تھا۔ اس لیے اسے یوں لگا جیسے اسفند کو پتہ چل چکا ہے۔ کس کا فون تھا۔

''رانگ نمبر تھا۔'' اس نے نظر چرا کر کہا اور ہاتھ آنکھوں پر رکھ کر انھیں زور سے مسلا جیسے کچھ پڑ گیا ہو۔

اسفند کچھ دنوں سے نوٹ کر رہا تھا کہ ماوا بہت الجھی الجھی سی رہنے لگی ہے کوئی بات کرتا تو ہوں ہاں میں جواب دیتی بے دلی سے تمام کام سرانجام دیتی۔ اس کے رویے سے ہر قسم کی گرمجوشی مفقود تھی وہ اس صورت حال سے جھنجلایا سا رہنے لگا۔ ماورا کی اتنی بھرپور توجہ کے بعد یہ سرد مہری اس کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ مسئلہ یہ تھا کہ وہ منہ سے کچھ پھوٹتی بھی تو نہیں تھی اس کے ساتھ ہوتی تو یوں لگتا جیسے کہیں اور ہے اور انجانا سا خوف اس کے حسین چہرے پر ہمہ وقت رقصاں دکھائی دیتا۔

''نہ جانے کون ہے یہ بولتا ہی نہیں ہے بس گہری گہری سانسوں کی آواز سنائی دیتی ہے۔ سی ایل آئی پر جو نمبر آئے ہیں وہ سب مختلف ٹیلی فون بوتھ کے ہیں بہرحال میرے اپنے سورسز ہیں میں پتہ کروالوں گا یہ کون ہے۔'' اسفند ابھی تک ٹیلی فون سیٹ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ صبح سے دس فون آ چکے تھے۔ اسفند گھر پر تھا یوں ہر فون وہ خود ہی ریسیو کر رہا تھا۔

''میرا خیال ہے یہ فضول میں ہی کوئی تنگ کرتا ہے۔'' ماورا کی بات پر اس نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا تو اس نے فوراً ہی رخ پھیر لیا۔ اسفند پرخیال انداز میں اس کی پشت کو دیکھنے لگا۔ وہ اٹھ کر کچن میں آ گئی اسے یہ خدشہ تھا کہیں اسفند اس کے چہرے کی اڑی اڑی رنگت سے واقعات کی تہہ تک نہ پہنچ جائے۔ جونہی وہ چالوں کو دم دے کر ہٹی اسفند کچن میں چلا آیا۔

''کیا بنا رہی ہو؟''

''دال چاول۔'' وہ مختصراً جواب دے کر سنک میں پڑے برتن دھونے لگی۔ وہ اس کی مصروفیت بغور دیکھنے لگا یوں لگ رہا تھا وہ قصداً خود کو مصروف ظاہر کر رہی ہے۔ برتن دھونے کے بعد خواہ مخواہ کیبنٹ میں تانک جھانک کرنے لگی۔ اچھی بھلی ترتیب سے رکھی چیزوں کو ادھر ادھر کرنے لگی۔ اس دوران اسفند کی تیز نگاہیں اسے اپنی پشت پر چبھتی محسوس ہو رہی تھیں گھبراہٹ میں سیدھے کام بھی الٹے ہو رہے تھے۔ اس دوران فون کی گھنٹی سنائی دی تو وہ یوں اچھلی جیسے کسی بچھو نے کاٹ لیا ہو۔ اسفند ا

CamScanner

الجھا سا کچن میں باہر آ گیا۔ ماورا کی یہ افتاداں و خیزاں کیفیت اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

''مسٹر اسفند ماورا کا پیچھا چھوڑ دو وہ صرف میری ہے صرف میری سنا تم نے میں اب اس کے بغیر ایک منٹ بھی نہیں رہ سکتا اس کی یہ دن رات کی جدائی میرے بس سے باہر ہے یہ سوچ کر ہی میرے اندر آگ سی بھر جاتی ہے کہ ماورا...... ماورا...... تمہارے پاس ہے۔ تمہارے قبضے میں ہے۔ اب اگر تم نے اسے چھوا تو زمین کے اوپر نظر نہیں آؤ گے میرے ہاتھ بہت لمبے ہیں تمہارے تصور سے بھی کہیں زیادہ اگر زندگی چاہتے ہو تو ماورا کو اپنی زندگی سے نکال دو تمہارے پاس پورے آٹھ دن ہیں ماورا کو طلاق دے دو۔'' وہ جو کوئی بھی تھا آج اس کے حواس پر بم گرانے کا تہیہ کیے ہوئے تھا۔ اسفند دانت پر دانت جمائے اس کی بکواس بلکہ اشتعال انگیز بکواس سن رہا تھا۔ اس کے ایک لفظ 'ہیلو' کہنے کے بعد اس نے بولنے کی نوبت ہی نہیں آنے دی نہ وہ کوئی بات کہہ سکے۔ جبکہ دوسری طرف والے شخص نے بات کر کے فون بند کر دیا۔

اسفند نے دروازہ اندر سے لاکڈ کر لیا۔ وہ ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ اس کا اندرونی خلفشار اس کے چہرے سے ظاہر ہو پائے۔ وہ تمام واقعات کا منطقی ٹھنڈے انداز میں جائزہ لینا چاہتا تھا۔

کتنا وقت گزر گیا تھا۔ ماورا اس کے پہلو میں بے سدھ سوئی ہوئی تھی۔ اس کے دلکش چہرے پر عجیب سی کیفیت ٹھہر گئی تھی۔ آج اسفند کو وہ بالکل اچھی نہیں لگی وہ کروٹ بدل کر اس سے دور ہو گیا۔

''کیا ماورا مجھ سے بے وفائی کر سکتی ہے؟ کیا مجھ سے شادی سے پہلے وہ کہیں اور انوالو تھی؟ بلاشبہ وہ اتنی خوبصورت ہے کہ کوئی بھی اسے دل میں بسا سکتا ہے یہ اجنبی کالز بھی اس کی زلفوں کا اسیر معلوم ہوتا ہے تبھی تو اتنے دھڑلے سے دھمکی دی ہے میں ماورا کو چھوڑ دوں۔ بہرحال میں معلوم کر کے رہوں گا کہ وہ کون ہے؟'' اسفند نے گرم ہوتے دماغ کو بمشکل ٹھنڈا کیا۔

''آج سے تم مصوری کی کلاسز اٹینڈ نہیں کرو گی۔'' بے حد ٹھنڈے لہجے میں اس نے ماورا کو مخاطب کیا جو چائے کی پیالی پکڑے چائے سپ کر رہی تھی۔ حیرت کی زیادتی سے اس کا منہ کھل گیا۔

''مم...... مگر کیوں؟'' اس نے دھڑ دھڑاتے دل کو قابو کیا۔ اسفند کے سامنے بات کھل جانے کے ڈر سے وہ بری طرح خوفزدہ ہو گئی تھی۔ اسفند بغور اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا جس پر بہت سا خوف بیک وقت جمع ہو گیا تھا۔

''میں چاہتا ہوں کہ تم گھر پر رہ کر جی بہلاؤ۔'' طنزیہ انداز میں کہہ کر وہ جا چکا تھا۔

ان پانچ چھ دنوں سے وہ ماورا سے کھنچا کھنچا سا رہنے لگا تھا۔ ماورا کو محسوس ہونے لگا تھا کہ محبت اس کی قسمت میں نہیں ہے ہر جگہ اس کی بدنصیبی کے باعث کام بگڑ جاتا تھا۔ اس نے کبھی تقدیر سے شکوہ نہیں کیا تھا پر آج اسے اپنی بے بسی پر بہت رونا آ رہا تھا کیا تھا اگر اس کی خوشیوں کی عمر طویل ہوتی۔

''تم اپنے کپڑے اور دوسری ضروری چیزیں رکھ لو کل تمہیں گاؤں جانا ہے۔'' وہ تحکم آمیز لہجے میں بولا تو ماورا اسے دیکھ کر رہ گئی۔

''جاؤ تیاری کر لو۔'' وہ اسے ہنوز بیٹھے دیکھ کر بیزاری سے بولا تو وہ کمرے میں چلی آئی نہ جانے اسفند اسے یہاں سے دور کیوں بھیجنا چاہ رہا تھا۔ اس میں کیا مصلحت تھی وہ کچھ بتا بھی تو نہیں رہا تھا۔

بیڈروم گھپ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔

سفند نے نائٹ بلب بھی آف کر دیا تھا شاید وہ ورا کے چہرے پر لکھے تمام سوالوں کے جواب ینے کے موڈ میں نہیں تھا۔

''اسفند بات سنیں۔'' وہ کہنیوں کے بل راز ہو گئی اور اسفند کا بازو ہلایا۔

''کیا بات ہے؟'' وہ اس کا بازو جھٹک کر رے ہو گیا لہجے میں اجنبی سی رکھائی و سرد مہری تھی وہ وہیں دبک گئی۔ خاموشی سے آنسو بہانے لگی۔

وہ اسے گاؤں چھوڑ کر واپس آ گیا۔ ماورا اب اندیشوں کے سپرد تھی اسفند کا یہ اجنبی روپ اس کے لیے دل دکھا دینے والا تھا۔ اماں اور زوبیہ نوٹ کر رہی تھیں کہ جب سے وہ آئی ہے بہت چپ چپ اور دل گرفتہ سی ہے۔ جبکہ وہ دونوں اس کی آمد سے بہت خوش تھیں۔

دوسرے ہفتے ارشی بھی چلی آئی کیونکہ اگلے ماہ زوبیہ کی شادی تقریباً طے پا گئی تھی۔ اب ماورا کو اپنی یہاں موجودگی کا جواب مثبت لگنے لگا تھا۔ گھر میں روایتی مصروفیت تھی پر پھر بھی اسے سوچنے سے فرصت نہیں ملتی تھی۔ زوبیہ کی الماری میں سجی ڈھیروں کتابیں بھی اس کا دل بہلانے میں ناکام رہی تھیں۔

آج اسے گاؤں آئے پورے انیس دن ہو گئے تھے ماورا کا یہ شک یقین میں بدل چکا تھا کہ اسفند کو اسد کے بارے میں سب کچھ معلوم ہو چکا ہے۔ اب شاید وہ اس کہانی کو انجام تک پہنچانے کے لیے اسے یہاں چھوڑ گیا ہے۔ یقیناً وہ کسی فیصلے پر پہنچنے کے لیے تیار تھا۔ ماورا کے ذہن میں اخبار میں پڑھی گئی مختلف شہ سرخیاں گردش کرنے لگیں۔

''شوہر نے بیوی کے آشنا کو قتل کر دیا۔ شوہر نے اپنی بدکردار بیوی اور اس کے عاشق کو رنگے ہاتھوں پکڑ لیا اور دونوں کو گولیوں سے چھلنی کر دیا۔ شوہر نے بدچلنی کے شبہے میں بیوی کو طلاق دے دی...... نہیں نہیں۔'' اس نے آخر میں بے اختیار جھرجھری لی۔ اگر وہ اسفند کی زندگی سے نکل جاتی تو باقی کیا رہ جاتا۔

اس وقت وہ گویا پل صراط پر کھڑی تھی۔ اسفند اسے یہاں چھوڑ کر گویا بھول چکا تھا۔

''ماموں یاد آ رہے ہیں۔'' ارشی نیم دراز ماورا سے مخاطب ہوئی جو کب سے ایک ہی جگہ دیکھ رہی تھی۔

''نن...... نہیں۔'' وہ ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی۔

''پریشان ہو ناں۔'' اف اس کی آنکھیں گویا اس کے اندر کو پڑھ رہی تھیں۔ ماورا اس کے سوال کا جواب دینے کے بجائے اپنی ہتھیلیوں کو دیکھنے لگی۔

''جب سے آئی ہو تمہاری کھوئی کھوئی کیفیت نوٹ کر رہی ہوں یہ اداسی یہ پریشانی بے سبب نہیں ہے نا نوکل زوبیہ خالہ سے کہہ رہی تھیں شاید تم اور ماموں ایک دوسرے سے ناراض ہو۔'' ارشی نے اسے یہ بتا کر اور پریشانی میں ڈال دیا تھا۔ اب تو اسے اپنے برے انجام کا سو فیصد یقین ہو چکا تھا۔ بڑی مشکل سے اس نے ارشی کو سب ٹھیک ہونے کا یقین دلایا۔

شیریں، فیصل اور فری بھی آ گئے تھے۔ کل زوبیہ کے سسرال والے شادی کی تاریخ لینے آ رہے تھے۔ گھر میں یکدم چہل پہل ہو گئی تھی۔ ماورا نے جلتے کڑھتے ذہن کو زہریلی سوچوں کو مصروفیات کے سمندر میں گم کر دینا چاہا۔ بالکل غیر متوقع طور پر اسفند صبح آ پہنچا۔

''ماموں آ گئے ہیں۔'' ارشی نے یہ خبر اسے شرارتی چمکتی آنکھوں کے ساتھ سنائی تو بجائے خوش ہونے کے وہ اداس ہو گئی۔ اس کے چہرے کی رنگت میں ایکدم زردی گھل گئی تھی۔ نہ جانے کیا ہونے والا تھا۔ وہ کمرے سے باہر ہی نہیں نکلی۔

CamScanner

شام کے بعد اسفند واپس چلا گیا۔ اس نے ماورا کی جھلک تک نہیں دیکھی۔ ماورا نے اپنی ساس کے چہرے پر کچھ کھوجا پر اسے ناکامی ہوئی ان کے رویے کے کسی پہلو سے بھی کسی ایسی ویسی بات کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔ ہمیشہ کی طرح وہ پرسکون نظر آ رہی تھیں۔

اگلے ہفتے زوبیہ کی شادی طے پائی تھی۔ دور دراز کے رشتہ دار آنا شروع ہو گئے تھے۔ ہر طرف ایک رونق سی لگی ہوئی تھی۔ پر ماورا کا دل بجھا بجھا سا تھا اسے دھڑکا سا لگا ہوا تھا کہ اب اسفند جب آئے گا تو ضرور کوئی نہ کوئی دلخراش واقعہ ہوگا شاید سچ مچ وہ اسے مار ڈالے۔

''ماورا بیٹی یہ کپڑے پہن لو تمہارے زیورات کے سیٹ میری الماری میں ہیں یہ لو چابی اچھی طرح تیار ہونا۔'' صغیرہ بیگم نے اسے محبت بھرا حکم دیا۔

آج زوبیہ کی مہندی تھی اسفند کل رات سے آیا ہوا تھا مگر ماورا کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ اس کا سامنا کر سکے تبھی تو وہ کمرے سے نکل ہی نہیں رہی تھی۔ ارشی نے کتنی بار کہا تھا وہ یوں سر منہ لپیٹے کیوں پڑی ہوئی ہے۔ گھر مہمانوں سے بھرا ہوا ہے اس کی یہ رکھائی والا تعلق انھیں کسی غلط فہمی میں بھی ڈال سکتی ہے۔ وہ ماورا سے کہیں زیادہ سمجھدار اور زیرک تھی۔

ماورا نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور کپڑے اٹھا لیے۔ کپڑے پہننے کے بعد اس نے بال کھولے اور برش کیا۔ میک اپ کرنے کو اس کا دل قطعی آمادہ نہ تھا۔ مارے باندھے گلابی تراشے ہوئے لبوں پر لپ اسٹک لگائی اور اماں کے کمرے میں آ گئی۔ صغیرہ بیگم اور اسفند دونوں وہیں تھے۔ اسفند کے ہاتھ میں کاغذ اور قلم دبا ہوا تھا۔ وہ کچھ لکھ رہا تھا۔ اماں مسلسل بول بول کر اسے کچھ لکھوا رہی تھیں۔

ماورا کی آمد پر اس نے ذرا کی ذرا نگاہیں اٹھائیں۔ ماورا نے محسوس کیا کہ اس کی نگاہیں اسے دیکھ کر گویا مسکرائی ہوں۔ وہ سلام کر کے آگے بڑھیں۔ الماری کھول کر زیور نکالا سب سے پہلے طلائی چوڑیاں نکالیں اور کلائی میں پہنیں جڑاؤ گلوبند پہننے کے بجائے اس نے لاکٹ چین پہننے کو ترجیح دی۔ بھاری بھاری زیورات سے تو اسے ہمیشہ کا خدا واسطے کا بیر رہا تھا۔ اس نے دوسری کلائی کو بغور دیکھا جہاں اسفند کا دیا گیا بریسلٹ بڑے مان سے چمک کر آنکھیں خیرہ کیے دے رہا تھا۔

لڑکیاں گلے کی پوری آواز سے گانے گا رہی تھیں کوئی وقت تھا کہ ماورا بھی ان ہنگاموں کی دلدادہ تھی پر آج اسے یہ سب انتہائی فضول لگ رہا تھا۔ وہ قدرے ہٹ کر بیٹھ گئی۔ اسفند مردانے میں تھا اور صبح سے بہت مصروف تھا۔

اگلی صبح اس سے بھی زیادہ مصروف تھی۔ زوبیہ کی کل رخصتی تھی۔ ارشی فری' ماورا زوبیہ سمیت دوسری لڑکیاں بھی رات کے آخری پہر سوئی تھیں۔ صبح صبح پھر جلدی اٹھنا پڑا تھا۔ ماورا نے سب کے پہننے والے کپڑے استری کیے۔ اسفند کے کپڑے استری کر کے وہ اماں کے کمرے میں رکھ آئی۔

زوبیہ رخصت ہونے لگی تو ماورا نے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے وہ جی بھر کر روئی جیسے زوبیہ کے بجائے اس کی رخصتی ہو۔ اسفند بہن کو دونوں کندھوں سے تھامے سجی ہوئی گاڑی کی طرف لے جا رہا تھا۔ گھونگھٹ کی اوٹ سے زوبیہ کی سسکیاں اور پھر ہچکیاں بڑے تواتر سے سنائی دے رہی تھیں۔ بالکل ایسی ہی کیفیت ماورا کی بھی تھی۔

شیریں آپا زبردستی اسے اندر لے کر آئیں اور بستر پر لٹا دیا۔

''اب بس کرو رو رو کر بے حال ہوئی جا رہی ہو میں ابھی چائے بھجواتی ہوں۔'' وہ انہی قدموں لوٹ گئیں۔ ماورا ہنوز سسکیاں لے رہی تھی زوبیہ کی رخصتی کے ساتھ ہی سارا ہنگامہ رخصت ہو گیا سب تھک ہار کر بیٹھے ہوئے تھے۔

اسفند کو کمرے میں آتے دیکھ کر ماورا کی سانس رکنے لگی۔ اسے لگا جیسے فیصلے کی گھڑی آ گئی ہو۔ وہ بے اختیار اٹھ کر اسفند کے قریب آ گئی۔

''میں بالکل بے قصور ہوں اس واقعہ۔'' اس نے میکانکی انداز میں اسفند کے دونوں کندے تھامے تھے۔

''آپ یقین کریں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔'' اب وہ رونے کے لیے نئے سرے سے اسٹارٹ لے رہی تھی۔

''تو کون کہہ رہا ہے تم قصور وار ہو۔'' وہ بالکل عام سے انداز میں بولا تو ماورا نے نگاہیں اوپر اٹھائیں۔

''تم سی بزدل اور ڈبو لڑکی میں نے نہیں دیکھی تم ایک بار مجھ پر اعتبار کر کے مجھے سارا قصہ بتا دیتی تو خواہ مخواہ میں اتنی ٹینشن میں نہ رہتا اور نہ تم خوف کے عالم میں روز و شب بسر کرتی۔''

''آپ سچ کہہ رہے ہیں ناں۔''

''ہاں سچ کہہ رہا ہوں تمہارے لیے میرے دل میں کوئی بدگمانی نہیں ہے میاں بیوی کا رشتہ سب سے کمزور بھی اور سب سے مضبوط بھی ہوتا ہے۔ ماورا میں آج بھی تم پر اعتبار کرتا ہوں تمہیں اس لیے یہاں چھوڑ کر گیا کہ میں اسد کے معاملے کو آرام سے ہینڈل کر سکوں ساتھ میں ٹرانسفر کی کوشش کر رہا تھا جو کامیاب ہوئی ہے۔ اب تم میرے ساتھ گجرات چلو گی میں نہیں چاہتا کہ اسد کے معاملے کی ہوا بھی کسی کو لگے سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہے اس کا دماغ ٹھکانے آ چکا ہے

اچھی کتابیں پڑھنے کی عادت ڈالیے

ابنِ انشاء
طنز و مزاح، سفرنامے

اردو کی آخری کتاب
آوارہ گرد کی ڈائری
دنیا گول ہے
ابن بطوطہ کے تعاقب میں
چلتے ہو تو چین کو چلیے

قدرت اللہ شہاب

یا خدا
ماں جی

بابائے اردو مولوی عبد الحق

قواعد اردو
انتخاب کلام میر

ڈاکٹر سید عبد اللہ

مقامات اقبال
طیف غزل
طیف اقبال
طیف نثر

مکمل فہرست طلب کیجیے

لاہور اکیڈمی

۲-۵ سرکلر روڈ
لاہور

الرم میں ذرا سی بھی جرأت ہوتی تو وہ تمہیں ہرگز خوفزدہ نہ کرتا مجھے اعتراف ہے کہ میں نے تمہارے بارے میں منفی انداز سے سوچا یہ چاہا کہ اس ناکردہ جرم کی سزا دوں تمہیں پر میرے ضمیر نے یہ گوارا نہیں کیا اور یہاں تم نے کیا غلط فہمیاں پھیلائی ہوئی ہیں کہ میں تم سے ناراض ہوں میں نے اتنی ٹینشن میں وقت گزارا ہے کہ حد نہیں اور یہاں اماں میرا احتساب کرنے کھڑی ہوگئیں کہ میری بیٹی کو کیا کہا ہے۔" اسفند کے ہاتھوں میں اس کے ہاتھ دبے ہوئے تھے اس نے دوپٹے سے چہرہ خشک کیا۔

"اسفند تھینک یو آپ بہت اچھے ہیں واقعی بہت اچھے ہیں۔" اس کی آواز دوبارہ بھرا گئی۔

"میں تو سوچ سوچ کر پاگل ہوتی رہی کہ آپ مجھے اپنی زندگی سے نکال دیں گے اگر ایسا ہوتا تو میرا کیا بنتا۔" وہ رندھے لہجے میں بولی۔

"ماورا میں ٹھنڈے مزاج کا انسان ہوں جذباتی نہیں ہوں کہ بغیر کسی قصور کے تمہیں اپنی زندگی سے نکال دیتا۔ اب فافٹ جا کر منہ ہاتھ دھوؤ اور میرے لیے چائے لے کر آؤ کل ولیمے کے بعد ہم اپنے گھر چلیں گے۔" اسفند کے ہلکے پھلکے لہجے نے اسے بالکل شانت کر دیا۔

"بڑے رنگ برس رہے ہیں چہرہ مبارک پر کیا صلح ہوگئی ہے؟...... ہے ناں۔" ارشی اچانک اسے پیچھے سے نکل کر بولی تو وہ ڈر گئی۔

"ہماری لڑائی ہوئی ہی کہاں تھی۔" وہ کمال بے نیازی سے بولی۔

"تو پھر......"

"بس راستے میں ایک غلط موڑ آ گیا تھا۔" ارشی سر پیٹ کر رہ گئی۔ "مجھے تو بالکل سمجھ نہیں آئی تمہاری بات۔"

"تمہیں سمجھنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔"

وہ بزرگانہ لہجے میں بولی اور چائے ٹرے میں رکھ... ارشی منہ پر ہاتھ پھر کر رہ گئی۔

اسفند کو چائے دے کر وہ پلٹی تو اس نے ا... کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"بیٹھ جاؤ میرے پاس۔"

"سب کو چائے دینی ہے۔" اس نے عذر پیش کیا۔

"تھوڑی سی کلاس تو مجھے تمہاری لینی ... چاہیے کیسے اجنبی بن رہی تھی اماں کے سامنے" اس نے ماورا کو یاد دلایا تو ہنس دی۔

"آپ چائے پئیں اپنا جی مت جلائیں۔" اس کے لہجے میں پرانی اپنائیت کی رمق تھی۔

"میں جا کر کل کے لیے تیاری کروں آخر اپنے گھر جانا ہے۔" وہ جا چکی تھی۔

اسفند نے شکر ادا کیا کہ اس نے درست اور بروقت فیصلہ کیا اگر وہ جذبات میں آ کر کوئی ایسا ویسا فیصلہ کر بیٹھتا تو اگلی آئندہ زندگی ہرگز خوشگوار نہ گزرتی۔ اس کے ساتھ ماورا بھی ہمیشہ بے سکون رہتی۔ ذرا سی مثبت سوچ سے آئندہ آنے والی زندگی کی بنیادیں مضبوط زندگی اور پائیدار رشتوں کی رکھی جا سکتی ہیں۔

وہ بھی اٹھ کر سب کے درمیان چلا آیا۔ شیریں آپا اور اماں اس کی کلاس لینے کو تیار تھیں۔ ماورا دھیرے دھیرے مسکرا رہی تھی۔ وہ اماں اور شیریں آپا کے غصیلے سوالات کا بے چارگی سے سر جھکائے جواب دے رہا تھا۔ اس وقت اسفند اسے بہت مجبور لگ رہا تھا۔ پر وہ جانتی تھی کہ اسفند نہ کمزور ہے نہ مجبور۔

اسفند نے اسے ہنستے دیکھ کر نگاہوں کی زبان میں دھمکی دی۔ بڑی سچی اور خالص مسکراہٹ سے اس کا چہرہ جگمگا رہا تھا۔ اماں نے دیکھا ماورا کے مسکراہٹ کی دائمی رہنے کی دعا کی۔

☆☆☆